امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۷؍ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۳۰؍ دسمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-50

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، اداریہ
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ نبی آخرزماں کا درد اپنے سینوں میں پیدا کیجئے
■ دنیا کی حقیقت سمجھئے، ہندوستانی مسلمان......
■ عدلیہ سے سیاست تک......
■ ووٹوں کی چوری اور سینہ زوری
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

قرآن کریم میں عورت کا مقام

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ رب العزت نے عورتوں کو عزت واحترام کا جو مقام دیا ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے، کہ قرآن پاک کی مستقل ایک پوری سورۃ نساء (عورت) ہی کے نام رکھا گیا ہے، اس کے علاوہ سورۃ نور، سورۃ طلاق کے بیش تر حصے بھی عورتوں ہی کے لئے مخصوص ہیں، انفرادی احوال کے ذکر کے لئے قرآن کریم میں سورۃ مریم موجود ہے، سورۃ بقرۃ، سورۃ مائدہ، الاحزاب، المجادلۃ، الممتحنۃ اور سورۃ تحریم کے ساتھ دس سے زائد سورتوں میں مختلف جگہوں پر نیک عورتوں کے حوالہ سے آیتوں کا نزول ہوا، جن میں حضرت حوا، سائرہ، ہاجرہ، زینب بنت جحش، عائشہ بنت ابوبکر، خولۃ بنت ثعلبۃ، نقضۃ الغزل، ام حبیبہ، مریم بنت عمران اور بلقیس کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں، جن بدکردار اور نافرمان عورتوں کا ذکر قرآن میں ملتا ہے، ان میں حضرت نوح، حضرت لوط اور ابولہب کی بیوی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اس طرح جن عورتوں کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے ان کی تعداد سترہ تک پہونچتی ہے۔

لفظ نساء کے مختلف صیغے قرآن کریم میں مذکور ہیں، جس کے معنی عورت کے آتے ہیں، مجموعی حالات کو بتانے کے لیے یہ الفاظ زیادہ مستعمل ہیں، انفرادی ذکر ''امرأۃ'' کے لفظ سے اضافت کے ساتھ مذکور ہے، جیسے: امرأۃ لوط، امرأۃ عمران، امرأۃ فرعون وغیرہ، اس لفظ کی تثنیہ امرأتان آتی ہے اور جمع نسوۃ، ان الفاظ کا استعمال بھی قرآن کریم میں عورتوں کے اجتماعی، سیاسی اور عمومی حالت کے ذکر کے لئے بار بار آیا ہے، ان کے علاوہ الانثیٰ مفرد، تثنیہ اور جمع کے صیغوں کے ساتھ تیس بار، ''الأم'' اٹھائیس بار، الوالدۃ، پانچ بار، الاھل، ایک سوستائیس بار، الزوج مختلف صیغوں کے ساتھ اکاسی مرتبہ الصاحبۃ چار بار، الحلیلۃ ایک بار جمع کے صیغے حلائل کے ساتھ البنت، ۱۹ بار، الاخت ۱۴؍ بار آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے عورت کو اجتماعی اور انفرادی طور پر کتنی اہمیت دی ہے، قرآن کریم نے تفصیل سے ان عورتوں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے اللہ کے احکام پر عمل کیا اور اس کے فوائد سے بہرہ ور ہوئیں، ان کے ساتھ ان عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے، جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کیفر کردار کو پہونچیں۔

قرآن کریم نے اس دور میں جب عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، مرد وعورت کے مساوی حقوق کا اعلان کیا، ارشاد فرمایا، ''جو شخص نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت باایمان ہو تو ہم اسے یقینی طور پر بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک عمل کا بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔'' (النحل: ۹۷)

ایک دوسری آیت میں ہے۔ ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتین مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب: ۳۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اجر وثواب اور جرم وسزا کے معاملہ میں عورت ومرد میں کوئی تفریق نہیں کی ہے، بلکہ مرد وعورت کو مساوی سطح پر رکھا ہے اور صنفی بنیادوں پر ان سے کوئی امتیاز نہیں برتا گیا ہے۔

اسی طرح مرد وعورت دونوں کو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت اور نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا، زنا جیسے قبیح جرم کے ارتکاب پر مرد وعورت کی سزائیں بھی یکساں رکھی گئیں، آپسی تعلق اور ضرورت کی بنیاد پر دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (البقرۃ: ۱۸۷) اور یہاں بھی کوئی تفریق نہیں کی گئی، لڑکیوں کی پیدائش پر جو ناخوش گواری ذہن میں پیدا ہونے کا رجحان کل بھی تھا وہ آج بھی ہے، اس پر سخت نکیر کی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو قتل قرار دیا وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اور اسے قیامت میں سزا کا موجب قرار دیا۔ (التکویر ۹-۸) شادیوں میں ان کی اجازت اور رائے کا احترام ضروری قرار پایا، بغیر ان کی مرضی کے باندی تک کے نکاح کا تصور کالعدم سمجھا گیا، (فَانْکِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِھِنَّ. نساء: ۲۵)

قرآن کریم میں والدین کے جو حقوق بیان کئے گیے اس میں بھی دونوں کو برابر رکھا گیا، (الاسراء) بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا مرتبہ باپ سے بڑھا ہوا ہے؛ کیونکہ بچوں کے مرحلہ ولادت میں جو تکلیف عورتوں نے اٹھائی ہے، مردوں کے حصے میں اس تکلیف کا کوئی حصہ نہیں آتا؛ اس لیے اس کا مرتبہ اونچا قرار دیا گیا، اور ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت کا تصور پہلی بار اسلام نے پیش کیا، اسی طرح مردوں کے مقابلے عورتوں کو ان کے صنفی رجحان کی وجہ سے خصوصی اجازت دی گئی، آرائش وزیبائش میں انہیں کھلی چھوٹ دی گئی ان کے سولہ سنگار پر پابندی نہیں لگائی گئی، جبکہ مردوں کے لئے اسے پسندیدہ نہیں سمجھا گیا، سونے کا استعمال عورتوں کے لیے کلیتاً جائز اور مردوں کے لئے یکسر حرام قرار دیا گیا، چاندی کے استعمال میں بھی عورتوں کو آزاد چھوڑا گیا، مردوں پر شرائط کے ساتھ پابندی لگائی گئی، ریشمی کپڑوں کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع اور عورتوں کے لیے جائز قرار دیا گیا، اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو عورتوں کو مردوں کے مقابل خصوصی رعایت دی گئی۔

مغربی دنیا اور ہمارے تجدد پسند دانشوروں کو جہاں جہاں مرد وعورت میں تفریق نظر آتی ہے، وہ معاملہ حقوق کا نہیں بلکہ طریقہ کار اور تقسیم کار کا ہے، جس طرح ایک دفتر اور کمپنیوں کے کاموں میں تقسیم ہوتی ہے، اسی طرح شریعت نے دونوں کے کاموں کا میدان الگ الگ رکھا، عورتوں کے ذمہ تدبیر منزل یعنی خانگی امور کی انجام دہی کا کام غالب طور پر رکھا۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (الاحزاب: ۳۳) مرد اپنے صنفی اعتبار سے نفقہ کے حصول اور ضروریات زندگی کی فراہمی پر مامور ہے، عورتوں کا کھانا، کپڑا اور ضروریات زندگی مردوں کے ذمہ ہے، مغرب نے یہ کیا کہ عورتیں توالد وتناسل کا کام بھی کریں اور مردوں کے شانہ بشانہ دفتروں میں کام بھی لیا جائے، گھر میں امور خانہ داری بھی دیکھیں، اس طرح مرد نے اپنے بوجھ کو عورتوں کے کاندھے پر ڈال دیا، اور ان پر ظلم کی انتہا کر دی، نعرہ آزادی نسواں کا لگایا گیا اور اس نعرہ کے ذریعہ انہیں سڑکوں پر لے آیا گیا، ان کا استحصال کیا گیا، کلبوں اور قحبہ خانوں کی زینت بنا دیا گیا، انہیں پردے سے باہر نکالا گیا اور چھوٹی بڑی مصنوعات تک پر انہیں برہنہ اور نیم برہنہ شکل میں ڈال دیا گیا، چونکہ پردہ مغرب اور جدید دانشوروں کے اس کام میں رکاوٹ تھا اس لیے اس پر اعتراضات کیے گیے، عورتوں کا لباس چھوٹا ہوتا گیا اور عریانی کی ساری حدوں کو پار کر گیا۔

قرآن کریم میں مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دی گئی، لیکن عدل کی ایسی شرط لگا دی گئی کہ کئی شادیوں کا رجحان مردوں میں فروغ نہیں پا سکا، فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً (النساء: ۳) اگر آپ سروے کریں تو دو فی صد لوگ بھی اس اجازت سے فائدہ نہیں اٹھا پا رہے ہیں؛ کیونکہ چند بیویوں کے درمیان انصاف کرنا آسان کام نہیں ہے، قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ اگر انصاف نہیں کر سکتے تو ایک ہی پر اکتفا کرو، اس حکم نے لاتعداد بیویوں کے رکھنے پر پابندی لگا کر اسے چار تک محدود کر دیا، اور مرد کو اس کا پابند بنایا کہ انصاف کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاؤ، یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کو بیوی بنا کر رکھو اور بقیہ سے خفیہ شناشائی رکھو، ان سے جنسی لذت اٹھاؤ اور یوز اینڈ تھرو کی طرح ان کے ساتھ معاملہ کرو۔ قرآن کریم نے عورتوں کے لئے مہر کا دینا لازم قرار دیا۔ وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِھِنَّ نِحْلَۃً اور نفقہ جس میں تمام ضروریات زندگی شامل ہے مردوں پر لازم کیا۔

یہیں پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن نے یہ نفقہ مرد پر اسی وقت تک رکھا ہے، جب تک زن وشوہر کا رشتہ قائم رہے، کسی وجہ سے رشتہ عمر کی کسی منزل میں بھی ٹوٹا تو شوہر پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں رہے گی، عدالتوں میں نفقہ مطلقہ کے حوالے سے جو فیصلے آرہے ہیں وہ قرآن کے مطابق صحیح نہیں ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی اجنبیہ کو آپ کہیں کہ اس کا خرچ تم اٹھاؤ، یہ عورت کی غیرت کے بھی خلاف ہے کہ جس مرد نے اسے اس لائق نہیں سمجھا کہ اپنے نکاح میں رکھے وہ اس سے مالی فائدہ اٹھائے، ایسا تو کسبیاں بھی نہیں کرتی ہیں، اس کے علاوہ اگر مطلقہ عورتوں کو گذارہ بھتہ دلایا جائے تو مرد ان کو طلاق دینے کے بجائے لٹکا کر رکھے گا، نہ حقوق ادا کرے گا اور نہ طلاق دے گا، اور یہ قرآن کریم کی نگاہ میں ظلم ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا (البقرۃ: ۲۳۱) (بقیہ صفحہ ۱۱؍ پر)

بلا تبصرہ

گذشتہ دنوں دونوں ایوانوں میں حکمراں جماعت اور حزب مخالف کے درمیان جو کچھ ہوا وہ ہندوستانی جمہوریت کے لیے انتہائی خوفناک ہے، جمہوریت کے اعلیٰ ادارہ پارلیامنٹ کے احاطہ میں ارکان پارلیمان کے درمیان لڑائی ہو سکتی ہے اور دونوں گروپ ایک دوسرے کے خلاف مختلف دفعات کے تحت تھانہ میں رپورٹ درج کرا سکتے ہیں، اس حد تک سیاسی گراوٹ کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، راہل گاندھی پر قصداً سخت چوٹ پہونچانے، دوسروں کے تحفظ کو خطرہ میں ڈالنے، مجرمانہ دھمکی جیسے دفعات کے تحت ایف آئی آر درج کرائی ہے، حزب مخالف نے بھی حکمراں جماعت کے خلاف شکایت درج کی ہے، یہ ہندوستانی جمہوریت کا زوال ہے۔ (دینک جاگرن ۲۱؍ دسمبر ۲۰۲۴ء)

اچھی باتیں

بھروسہ توڑنے والوں بڑا بے وقوف کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ اپنے مفاد کے لیے ایک اچھے انسان کو کھو دیتا ہے ☆ امیر کی زندگی میں جو اہمیت سونے کی چین کی ہوتی ہے، غریب کی زندگی میں وہی اہمیت چین سے سونے کی ہوتی ہے ☆ اگر آپ اپنی صلاحیت سے مطمئن ہیں تو آپ کو دوسرے لوگوں کی تعریف کی کوئی ضرورت نہیں ہے ☆ جھوٹے آدمی کی اونچی آواز سچے انسان کو خاموش کرا دیتی ہے، لیکن سچے آدمی کی خاموشی جھوٹے لوگوں کی جڑیں ہلا دیتی ہے ☆ درخت پر جب پھل ہو تو اس کے رکھوالے بہت ہوتے ہیں، لیکن طوفان اور سیلاب میں اس درخت کا سہارا صرف اس کی جڑیں ہوتی ہیں۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں — رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

رشتہ داروں پر خرچ کیجئے

قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کے وقت کی، جب تاریکی گہری ہو جائے، آپ کے رب نے آپ کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے اور یقیناً آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور جلد ہی آپ کو آپ کا رب اتنا کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے کیا، اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا کہ آپ کو پناہ دی ،آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو رہنمائی کی، آپ کو غریب پایا تو دولت مند کر دیا، تو یتیم پر سختی نہ کیجئے اور مانگنے والے کو نہ جھڑکئے اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہئے (سورۃ الضحیٰ)

وضاحت: قرآن مجید کی اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے محسن انسانیت حضرت محمدؐ کی دلجوئی و دلداری اور ان پر بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا ہے اس لئے آپ کسی کی باتوں سے ہرگز کبیدہ خاطر نہ ہوئیے، آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ کا دین غالب ہوتا جائے گا، آپ کا آپ کے رب کے نزدیک بلند مقام ہے جو اولین و آخرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا، پھر اللہ رب العزت نے تین نعمتوں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا کہ اول یہ کہ آپ یتیم تھے آپ کے والد عبداللہ کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب آپ مادر شکم میں تھے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو چھ ماہ کے بعد والدہ بھی رخصت ہو گئیں اللہ نے آپ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپ کی شفقت و محبت ڈال دی، انہوں نے آپ کی اچھی طرح پرورش و پرداخت کی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ یتیم بچوں سے حد درجہ محبت کرتے تھے، ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے، دوسری نعمت یہ کہ اللہ نے آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جس سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف نہیں ہو سکتا اور تیسری نعمت یہ ہے کہ آپ غریب تھے اللہ نے آپ کی محتاجی کو دور کر دیا، جب آپ بڑے ہوئے تو اللہ نے آپ کی شادی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے کرا دی وہ ایک دولت مند خاتون تھیں جنہوں نے اپنی دولت آپ کے قدموں میں رکھ دی، اس کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ غریب اور محتاجوں کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کیجئے یا کم سے کم اچھے انداز میں اس کو واپس کر دیجئے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل کے ذریعہ ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہے اور اللہ نے جو پیغام دے کر مبعوث کیا اسے لوگوں تک پہونچاتے رہے، اس لئے امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ سماج کے بے سہارا اور پریشان حال لوگوں کی دست گیری کرے اور اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرہ میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے افراد کا بھی حصہ ہوتا ہے، زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور ایسے مال میں خیر و برکت کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے، اپنے قریبی رشتہ داروں پر صلہ رحمی کی بنیاد پر خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا اور ان کو دینے پر دو اجر کے ملنے مژدہ سنایا گیا، ایک قرابت داری کے سبب اور دوسرے رضا الٰہی کا ذریعہ، اسی طرح سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی بھی مدد کرتے رہنا چاہئے، جو اپنی خود داری کی بناء پر دست سوال دراز نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے اندر کی ضمیر بھی اس بات کے لئے آمادہ نہیں کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، یہ عمل بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

گداگری چھوڑیئے

''مایزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعمة لحم'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آوے گا قیامت کے روز اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گوشت کی بُوٹی تک نہ ہوگی'' (مشکوۃ شریف، ج:۱)

مطلب: اسلام گداگری اور بھیک منگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، وہ جہاں روحانی قدروں کو فروغ دینے اور عقائد کی اصلاح پر زور دیتا ہے، وہیں معاشی ترقی کے میدان میں جد و جہد کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، اس لئے ایسا تندرست و توانا آدمی جو محنت و مزدوری کر کے کسب معاش کر سکتا ہے، وہ پیشہ وارانہ انداز میں کشکول گدائی لئے در در مانگتا پھرے، دروازوں پر خدائی واسطہ دے کر دست سوال دراز کرے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، مومن کو دینے والا بننا چاہئے اور سوال کی ذلت سے اپنے کو حتی الامکان بچانا چاہئے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے، پھر خواہ اس کو دیں نہ دیں، انہیں بنیادوں پر مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سوال کرنے والے کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرتے وقت سائل کے چہرے پر ذلت و نکہت کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں، وہ گڑگڑاتا ہوا اپنی پیشانی کو بل دیتا ہے اور اپنی بدحالی کی عکاسی کرتا ہے، تاکہ دینے والے کے دل نرم پڑ جائیں جو کہ ایک بڑی عادت ہے، ہاں اگر کسی کو اس کی محتاجی اور مفلوک الحالی نے دست سوال پر ہی مجبور کر دیا، معذور انسان ہے، مختلف امراض جسمانی میں مبتلا ہے اور اس کی آمدنی کے ذرائع و وسائل بھی ہر طرف سے معدوم ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں سماج کے اصحاب ثروت کو اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرنی چاہئے اور انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرت میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے حاجت مندوں کا بھی حصہ ہے، اس لئے انہیں دینا کار ثواب ہے، بلکہ سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا چاہئے جو اپنی خودداری کی بنا پر دست سوال دراز نہیں کرتے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

فرض نماز مسجد کے بجائے گھر میں ادا کرنا

س: جاڑے کے موسم میں بہت سے لوگ ٹھنڈ کا بہانا بنا کر اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، خاص کر عشاء اور فجر کی نماز جب کہ ٹھنڈ بھی کوئی زیادہ نہیں ہوتی، وہ شادی بیاہ کی تقریب میں تو چلے جاتے ہیں لیکن مسجد نہیں آ پاتے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے:''قال عامة مشایخنا أنها واجبة'' (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۴) احادیث مبارکہ میں اس کی بہت تاکید اور بڑی فضیلتیں آئی ہیں، جبکہ بغیر کسی عذر (مرض، خوف، بارش و آندھی) کے مسجد کی جماعت میں شامل نہ ہونے پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، قرآن کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جبکہ ہولناک منظر ہوگا، رب کو سجدہ کرنے کے لئے آواز دی جائے گی، سارے لوگ سجدہ میں گر جائیں گے، لیکن کچھ لوگ وہ ہوں گے جو چاہنے کے باوجود سجدہ نہیں کر سکیں گے، ان کی آنکھیں خوف زدہ ہوں گی اور چہروں پر ذلت و رسوائی ہوگی، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیا میں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا تو وہ نہیں جاتے تھے، حالانکہ وہ صحت مند تھے اور حالات بھی سازگار تھے:''یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ'' سورۃ القلم: ۴۲، ۴۳) اس آیت کے ذیل میں صحابیِ رسول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ یہ آیت جماعت ترک کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو باوجود قدرت کے مسجد کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے:''وقال کعب الاحبار واللہ مانزلت هٰذه الأیة إلا فی الذین یتخلفون عن الجماعات (الجامع لاحکام القرآن) وقال ابن عباس، وابن جبیر: کانوا یسمعون الاذان والنداء للصلاة فلایجیبون (وهم سالمون) متمکنون منه اقویٰ تمکن أی فلایجیبون الیه ویأبونه'' (روح المعانی: ۱۶/۲۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک جماعت پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:''میرا دل چاہتا ہے کہ لوگوں کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور میں صحابہ کی ایک جماعت کو لے کر چلوں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوتے:''عن أبی هریرة رضی اللہ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لقد هممت أن آمر المؤذن فیقیم ثم آمر رجلا یؤم الناس ثم آخذ شعلا من نار فاحرق علی من لایخرج الیٰ الصلاة بعد'' (صحیح البخاری: ۱/۹۰، باب فضل صلاة العشاء فی الجماعة)

ایک صحابی جو بینائی سے محروم تھے کوئی ان کو مسجد لانے والا بھی نہیں تھا، آپ سے گھر میں ہی نماز پڑھ لینے کی اجازت طلب کی، آپ نے اولاً اجازت دیدی پھر بلا کر پوچھا یہ بتاؤ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ صحابی رسول نے کہا: ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر تم مسجد میں آؤ (گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے)''عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم رجل اعمیٰ، فقال یارسول اللہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أن یرخص له فیصلی فی بیته فرخص له فلما ولی دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة فقال نعم قال فأجب'' (صحیح لمسلم: ۱/۲۳۲)

عشاء اور فجر کا وقت راحت و آرام کا وقت ہوتا ہے، عام طور پر سستی اور کاہلی انہی دونوں اوقات میں ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اوقات میں نماز میں حاضری منافقین پر بہت شاق گذرتی ہے، حالانکہ اگر ان دونوں نمازوں کی فضیلت کا تمہیں علم ہو جائے تو تم مسجد کی جانب ضرور آؤ گرچہ گھسیٹ کر آنا پڑے:''عن أبی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ان اثقل صلوٰة علی المنافقین صلوٰة العشاء وصلوٰة الفجر، ولو یعلمون مافیهما لأتوهما ولوحبوا'' (صحیح لمسلم: ۱/۲۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجدوں میں نماز پنجگانہ کی جماعت کا اہتمام کرو کیوں کہ یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو اور مسجدوں کو چھوڑ دو تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ و گے اور نبی کی سنت کو چھوڑ و گے تو گمراہ ہو جاؤ گے:''عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه قال: حافظوا علی هولاء الصلواة الخمس حیث ینادی بهن فانهن من سنن الهدیٰ... ومامنکم من احد إلا وله مسجد فی بیته، ولو صلیتم فی بیوتکم وترکتم مساجدکم ترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لکفرتم'' (ابو داؤد: ۱/۸۱)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز پنجگانہ کے لئے مسجد اور جماعت کا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے ہے، جس کا التزام و اہتمام نہایت ضروری ہے، محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے گھروں میں فرض نماز پڑھنے کا معمول بنا لینا بڑی بدقسمتی اور خیر و برکات سے محرومی کی بات ہے، لہذا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسجد جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور بغیر کسی شرعی عذر کے گھر میں نماز نہ پڑھے، اگر وہ گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا ہے تو نماز تو ہو جائے گی، لیکن جماعت اور مسجد کے ثواب سے محرومی کی وجہ سے وہ کامل و مکمل نماز نہیں ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو موذن کی آواز سنے اور کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد کو نہ جائے (بلکہ گھر میں ہی نماز پڑھ لے) تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی یعنی کامل و مکمل نہیں ہوگی، صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوف (دشمن کا) یا مرض:''عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا وماالعذر؟ قال خوف أو مرض لم تقبل منه الصلوٰة التی صلی'' (ابو داؤد: ۱/۸۱)

''واحتج اصحابنا والجمهور لهٰذه الاحادیث علی ان الجماعة لیست بشرط لصحة الصلوٰة... ولا فرضا علی الاعیان خلافا لجماعة من العلماء والمختار انها فرض کفایة وقیل سنة'' (النووی علی المسلم: ۱/۲۳۱) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 50 مورخہ ۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۲۰۲۴ء روز سوموار

پارلیامنٹ کا سرمائی اجلاس

پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا کا سرمائی اجلاس 20 دسمبر کو اختتام پذیر ہوا، یہ اجلاس 25 نومبر سے شروع ہوا تھا، یعنی کل چھبیس دن تک کاروائی چلتی رہی، لاکھوں روپے اس اجلاس پر یومیہ خرچ ہوئے، لیکن کام کا تناسب پارلیامنٹ میں چون (54) اور راجیہ سبھا میں صرف اکتالیس (41) فی صد رہا، بقیہ اوقات ہنگامے، احتجاج مظاہرے، اور ایوان کی کاروائی ملتوی ہونے کی نظر ہو گیے، حکومت نے اس اجلاس میں سترہ (17) بل لانے کی فہرست اراکین کی میز پر رکھی تھی، لیکن صرف چار (4) بل پیش ہو سکے اور دونوں ایوانوں سے کوئی بل بھی پاس نہیں ہو سکا، سب سے اہم بل ''ایک ملک ایک انتخاب'' تھا جسے جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کو غور وفکر کے لئے سونپ دیا گیا، دو دن دونوں ایوانوں میں آئین پر بحث کے لئے بھی نکالا گیا، پارلیامنٹ میں پندرہ گھنٹے پینتالیس (15.45) منٹ اور راجیہ سبھا میں سترہ (17) گھنٹے سے زیادہ اس بحث میں صرف ہوئے، پارلیامنٹ میں باسٹھ (62) اور راجیہ سبھا میں اسی (80) اراکین نے بحث میں حصہ لیا، اراکین نے آئین پر انتہائی سطحی بحثیں کیں، ایک دوسرے پر الزام لگاتے رہے، 19 دسمبر کو کانگریس اور بی جے پی کے اراکین پارلیامنٹ احاطہ میں دست وگریباں بھی ہوئے، دونوں پارٹیوں کے کم از کم دو دو ارکان کو چوٹیں آئیں، پٹیاں باندھی گئیں، ایک دوسرے کے خلاف ایف آئی آر درج ہوئی، حکمراں جماعت نے اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کر کے راہل گاندھی پر سخت دفعات لگوائے، آخر میں راجیہ سبھا میں بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر پر وزیر داخلہ امیت شاہ کے توہین اور ہتک آمیز تبصرے نے رہی سہی کسر مکمل کر دی، پھر شروع ہوا امیت شاہ کے استعفیٰ اور ملک سے معافی کا مطالبہ، یہ مطالبہ احتجاج مظاہروں کی شکل میں اب تک مختلف ریاستوں میں جاری ہے، ایوان کی لڑائی اب سڑکوں پر آ گئی ہے، پارلیامنٹ کے اسپیکر نے ایوان کے کسی بھی دروازے پر احتجاج کو ممنوع قرار دیا ہے اور ایسا کرنے پر تادیبی کاروائی کی دھمکی دی ہے، حزب اختلاف نے نائب صدر جمہوریہ راجیہ سبھا کے چیرمین جگدیپ سنگھ دھنکر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی کیوں کہ حزب اختلاف کو ان کی جانب داری، گفتگو کرتے وقت مائیک بند کروانے اور بحث کا موقع نہ دینے کی شکایت تھی، لیکن اسے بلا وجہ بتائے خارج کر دیا گیا، راجیہ سبھا کی تاریخ میں چیرمین کے خلاف یہ پہلی عدم اعتماد تحریک تھی، خارج ہونے کے باوجود عوام میں یہ پیغام تو چلا ہی گیا کہ جگدیپ سنگھ دھنکر اپنی ذمہ داریاں اچھے سے پوری نہیں کر رہے ہیں اور وہ ایوان میں حکمراں جماعت کے ترجمان بن کر رہ گیے ہیں، پارلیامنٹ کے دونوں ایوانوں میں سرمائی اجلاس کے اوقات جس طرح ضائع کیے گیے، وہ ہندوستانی جمہوریت کے دامن پر بدنما داغ ہیں، جس طرح کے مظاہرے دیکھنے میں آئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک پارٹی کے ارکان سے دوسری پارٹی کے ارکان کا اختلاف اب نظریات کی جنگ نہیں رہ گئی ہے۔ بلکہ یہ مختلف مذاہب کے درمیان نفرت کی جو کاشت پورے ملک میں کی گئی ہے، اس کے اثرات اب ارکان پارلیامان میں بھی نظر آ رہے ہیں، اب بحثیں ملک کے مفاد کے بجائے پارٹی کی بنیاد پر کی جا رہی ہیں، اور نظریاتی جنگ جسمانی تشدد اور سخت دشمنی میں بدل گئی ہے، جو انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔

اس کے علاوہ دونوں ایوانوں میں بحث کا معیار انتہائی گراوٹ کا شکار ہے، ارکان جب بحث کرتے ہیں، تاریخی حقائق کو جھٹلاتے ہیں تو ان کے علم ودانش پر سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے، ہندوستان کے ایوان جہاں سے ملک کو تعمیری اقدار، آپسی میل جول، ملک کو صحیح سمت دینے، نفرت کو دور کرنے، اقلیتوں کے خلاف ہو رہے حملوں کو روکنے کی تدابیر پر گفتگو ہونی چاہیے، لیکن ایسا کچھ نہیں ہو رہا ہے، ایسا معلوم پڑتا ہے کہ دونوں ایوان کے ارکان بے سمتی کے شکار ہیں، ان کی سمت صرف پارٹی حملہ اور جوابی حملہ ہے، نہ کوئی نظریہ ہے اور نہ کوئی وِژن اور نقطۂ نظر ایسے لوگ ملک کو آگے کیا بڑھائیں گے، تنزل اور انحطاط کی طرف لے جا رہے ہیں، اللہ ہمیشہ محافظ ہے، لیکن ایسے موقع سے خاص طور پر کہا جاتا ہے کہ اب تو اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

موہن بھاگوت کے بیان کی معنویت

حال ہی میں پونے کے ہندو سیوا پروگرام پونے میں آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے اپنے بیان میں رام مندر بننے کے بعد دیگر تنازعات اٹھا کر اپنے کو ہندو لیڈر کی حیثیت سے نمایاں کرنے والوں پر سخت تنقید کی ہے، ان کے اس بیان کو مسلمانوں کے درمیان بھی خاصی پذیرائی ملی اور ان کی تعریف کی گئی۔ جون 2022 میں بھی انہوں نے ایک جرأتمندانہ بیان دیا تھا کہ ہر مسجد کے نیچے کیوں شولنگ تلاش کرنا اور کیوں جھگڑا بڑھانا، انہوں نے نئے تنازعات پیدا کرنے والوں کی کوششوں کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہم سب کو مل جل کر رہنا چاہیے، اس قسم کے اور بھی بہت سارے بیانات ان کے شائع ہو چکے ہیں، لیکن فرقہ پرستوں پر اس کا کوئی اثر اب تک دیکھنے میں نہیں آیا، ماب لنچنگ بھی ہوتی رہی اور عدالتیں ان عرضیوں کو بعجلت تمام قبول کر کے سروے کا حکم بھی دیتی رہیں مسجدوں میں توڑ پھوڑ مچتا رہا، بلڈوزر چلتے رہے، جسٹس شیکھر جج ہوتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہے، ان پر سپریم کورٹ کالجیم کی باز پرس کا کوئی اثر نہیں ہوا، یوپی کے وزیر اعلیٰ اور نرسنگھا نند جیسے لوگ اس کے ساتھ کھڑے ہو گیے اور ان کی پیٹھ تھپتھپائی، ان دونوں نے جسٹس شیکھر کو اپنے موقف پر جمنے؛ بلکہ اسے آگے بڑھانے کی بھی تلقین کی۔ موہن بھاگوت اس قسم کے بیان کے بعد بعض مسلم ادارے اور مسجدوں تک بھی پہونچ گیے، مسلم قائدین سے ملاقاتیں بھی انہوں نے کیں، مسلمانوں کے موقف کی تائید بھی کرتے رہے، لیکن ڈھاک کے وہی تین پات کہ نالی جہاں گر رہی تھی وہیں گرے گی۔

موہن بھاگوت کے اس بیان کی جو معنویت ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوتوا کے نرم رویہ کو سامنے لائیں اور ساورکر کے خلاف سیاسی جماعتیں اور مسلمانوں کے جو خیالات ہیں، ان میں تھوڑی لچک پیدا کی جائے، تاکہ ساورکر کو بھارت رتن دینے کا راستہ صاف ہو جائے، یہ اس ملک کی اقلیتیں خصوصا مسلمانوں کو ایسے بیانات سے مطمئن کر کے آسانی سے کیا جا سکتا ہے، اس کا اندازہ ان کو پہلے بھی تھا اور اب کے کچھ زیادہ ہو گیا ہوگا، کیوں کہ مسلمانون نے جو ان کے بیان کی غیر مشروط ستائش کی ہے، اس سے وہ ناواقف نہیں ہوں گے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ واقعتاً وہ آر ایس ایس کے نظریے کو تشدد کے بجائے نرمی کی طرف لانا چاہتے ہیں، جیسا کہ بعض صحافیوں کا خیال ہے کہ وہ اپنے پانچوں پیش رو سے مختلف ہیں اور اصلاح چاہتے ہیں، وہ اس راستے سے کچھ ہٹ کر چلنا چاہے، جس کی جڑیں آر ایس ایس کے سربراہوں نے ہندو سماج میں مضبوطی سے پیوست کر دی ہیں، ایسے میں یہ ان کے لیے آسان نہیں ہے کہ اسے یوٹرن دیں، اگر انہوں نے ایسا کیا تو بی جے پی ان کے خلاف کھڑی ہوگی اور خود ان کے ماننے والے بھی ان سے نالاں ہوں گے، اس لیے اس قسم کے بیانات دیگر اپنے ماننے والوں کو تدریجا ذہن سازی کرنے کی یہ ایک حکمت عملی بھی ہو سکتی ہے، اس لیے مسلمانوں کو ان کے بیانات کے اثرات کا تجزیہ کرتے رہنا چاہیے، کیوں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نفسیات اور ذہنی سانچے کے بارے میں صاف صاف فرما دیا ہے۔ الکفر ملة واحدة

منشیات کا بڑھتا کاروبار

پوری دنیا میں نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت، شراب اور اس جیسے دوسرے مشروبات کو چھوڑ کر ممنوع اور قابل مؤاخذہ ہے، بہار میں تو شراب پر بھی پابندی ہے، اس کے باوجود نشہ آور اشیاء کے کاروبار کا جال مختلف اسمگلروں کے توسط سے پھیلتا جا رہا ہے، یہ اسمگلر جماعتی طور پر بھی کام کرتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی، ان کے کرتوتوں کی وجہ سے افراد، خاندان، سماج، ریاستیں اور ملک کو بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، خصوصاً نوجوان نشے کی لت میں ڈوب کر اپنی صحت، جوانی اور مستقبل کو ضائع کر رہے ہیں، یہ انتہائی سنجیدہ موضوع ہے، جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ایسا بھی نہیں ہے کہ حکومت کو اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہے، اندازہ ہے اور خوب ہے، اسی لیے اس نے بحر عرب میں سری لنکا کی افواج کے ساتھ مل کر مہم چلا رکھی ہے، اس مہم میں سری لنکا کے جھنڈے لگے ہوئے دو کشتیوں سے پانچ سو کلو گرام منشیات ضبط کی گئیں، اسی طرح انڈومان نکوبار کے ساحل پر چھ ہزار کلو گرام ممنوعہ میتھم فیٹامائن ضبط کر لیا گیا، جو دو دو کلو گرام وزن کے تین سو پیکٹ میں بھر کر اسمگل کیا جا رہا تھا، ہماری بحری فوج نے گجرات کے ساحل سے سات سو کلو گرام میتھم فیٹامائن اور دہلی میں نو سو کروڑ کی کوکین بھی ضبط ہوئی، اس کا مطلب ہے کہ جانچ ایجنسیاں سرگرم ہیں اور وہ مجرموں پر شکنجہ کس رہی ہیں اور گرفتاریاں بھی عمل میں آ رہی ہیں، اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق جنوب مشرقی ایشیا میں میتھام فیٹامائن کی ضبطی 2023 میں ایک سو نوے ٹن سے زائد ہوئی جو ایک رکارڈ ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ منشیات کے اسمگلر ہندوستان کو بڑی منڈی کے طور پر استعمال کرتے ہیں، مختلف قسم کی منشیات افیم، گانجا، ہیروئین، بھکی، بوری، چرس، بھانگ، تمباکو، شراب، مارفن، اسمیک، کوکین، میپری ڈون، میتھا ڈون، آئس، ماری جوآنا وغیرہ کی کھیپ کی کھیپ تمام ریاستوں، ضلع، تحصیل، قصبہ اور گاؤں تک منشیات کا یہ کاروبار پھیل چکا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر مضبوط نکیل لگائی جائے اور تجزیہ کر کے اس کاروبار اور کاروباریوں کو اکھاڑ پھینکا جائے، تاکہ خصوصیت سے نئی نسل کو اس بُری لت سے بچایا جا سکے، جس کی وجہ سے وہ جسمانی اور معاشی عذاب جھیل رہے ہیں۔

کسی بھی قانون کے پیچھے عوامی بیداری نہ ہو تو وہ قانون کاغذی بن کر رہ جاتا ہے۔ ضرورت اس کی بھی ہے کہ مختلف انداز کے سمینار، سمپوزیم، مذاکرات اور نشہ کے خلاف مذہبی احکام سے متعلق بیداری کا انعقاد پروگرام ہر سطح پر کیا جائے تاکہ منشیات کے استعمال کے مضر اثرات سے عوام باخبر ہو سکیں گے۔

اس سلسلے میں اسلامی تعلیم کا لوگوں تک پہونچانا انتہائی مفید ہوگا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے وغیرہ ناپاک شیطانی عمل ہیں، اس لیے اس سے بچا جائے، شریعت نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ نشہ آور اشیاء کا تھوڑا استعمال بھی ممنوع ہے، کیونکہ یہ آگے چل کر ہر قسم کے مضرات اور زیادہ استعمال کا سبب بنتا ہے، ہم اگر مسلمانوں میں ہی یہ کام کر سکیں تو بڑا کام ہوگا۔ واللہ الموفق والمعین۔

اجتماعیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ آزادی کے بعد سے ہندوستان کے مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں امتیاز اور تعصب کی اذیت جھیل رہے ہیں، ملازمت، صنعت، تجارت اور تعلیم کے میدان میں ان کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کیا جاتا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود مسلمانوں نے بھی اپنے پریشان کن حالات سے نمٹنے کے لئے کوئی حکمت عملی تیار نہیں کی ہے، بس وہ پچھلے ۷۰ر برسوں سے گلہ وشکوہ کرتے چلے آ رہے ہیں، ۲۵ر کروڑ کی آبادی کا صرف گلہ شکوہ کرتے رہنا اس کا فکری اور عملی دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے، ان کی یہ کیفیت اس وجہ سے بھی ہے کہ ان کے سوچ اور عمل دونوں پر انفرادیت حاوی ہو گئی ہے، وہ اجتماعی انداز سے نہ تو سوچتے ہیں اور نہ کچھ کرتے ہیں، انفرادیت کا دوسرا نام خود غرضی اور مفاد پرستی بھی ہے، جبکہ مسلمان جس دین اور مذہب کے ماننے والے ہیں وہ انفرادیت پر اجتماعیت کو ترجیح دینے کی برابر تلقین کرتا ہے، اگر مسلمان اجتماعیت کو اپنے معمولات زندگی میں شامل کر لیں تو ان کے بہت سارے سماجی، مالی اور تعلیمی مسائل حل ہو جائیں گے، مسلمان اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں کہ ان کے بیشتر مسائل کا حل نہ تو حکومت کے پاس ہے اور نہ بیوروکریس کے پاس، اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے خود انہیں اپنے طور پر جدوجہد کرنی ہوگی اور یہ جدوجہد اسی وقت کامیاب ہوگی جب ایثار وقربانی اور اجتماعیت کے جذبہ سے کام لیں گے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا علامہ قمر الدین گورکھپوریؒ

دار العلوم دیو بند کے شیخ ثانی، سابق ناظم تعلیمات و ناظم دار الاقامہ استاذ الاساتذہ، تصوف وروحانیت میں ممتاز، تواضع انکساری اور نستعلیقی وضع قطع کے مظہر اتم، حضرت مولانا علامہ محمد قمر الدین گورکھپوریؒ کا 22 دسمبر 2024 مطابق 20 جمادی الاخری 1446ھ بروز اتوار صبح صادق کے بعد دیو بند میں انتقال ہوگیا، جنازہ اسی دن بعد نماز ظہر احاطہ مولسری دار العلوم دیو بند میں صدر المدرسین مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم نے پڑھائی اور مزار قاسمی میں مولانا نور عالم خلیل امینی کی قبر سے متصل تدفین عمل میں آئی، دیو بند اور اس کے اطراف کے مدارس کے اساتذہ، طلبہ اور عام مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی، دار العلوم کے اساتذہ اور طلبہ اس پر مستزاد، مجمع اس قدر تھا کہ ہر طرف سر ہی سر دکھائی دے رہا تھا، مولانا لا ولد تھے، اپنے بھائی کے لڑکا مفتی معراج کو متبنی بنایا تھا، جو شاہی مراد آباد میں استاذ ہیں، علالت کے زمانہ میں مسلسل دیو بند میں مولانا کی خدمت میں لگے رہے، امارت شرعیہ میں تدفین سے قبل ہی تعزیتی نشست ہوئی، جس میں امارت شرعیہ کے ذمہ داروں اور کارکنوں نے ان کی حیات وخدمات پر گفتگو کی اور دعا مغفرت فرمائی۔

مولانا قمر الدین بن بشیر الدین بن محمد حسین کی ولادت 2 فروری 1938 کو بڑہل گنج ضلع گورکھپور یوپی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم دار العلوم مئو اور احیاء العلوم مبارک پور، ضلع اعظم گڈھ میں حاصل کرنے کے بعد 1954 میں دار العلوم دیو بند میں داخل ہوئے۔ 1957ء مطابق 1377ھ میں یہیں سے سند فراغ حاصل کیا، انہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی سے بخاری شریف کا درس لیا، علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے صحیح مسلم وجامع ترمذی، مولانا بشیر احمد خانؒ بلند شہری سے سنن نسائی، مولانا فخر الحسن مراد آبادی سے سنن ابو داؤد، مولانا عبد الاحد دیو بندیؒ سے شمائل ترمذی، مولانا سید حسن دیو بندی سے شرح معانی الآثار، مولانا ظہور احمد دیو بندی سے سنن ابن ماجہ وموطا امام مالک اور مولانا جلیل احمد کیرانوی سے موطا امام محمد سبقا سبقا پڑھا، یہ وہ دور تھا جب با قاعدہ درجہ بندی دار العلوم میں نہیں ہوئی تھی، اس لیے انہوں نے دورۂ حدیث کے سال اور اس کے مزید ایک سال مختلف فنون کی کتابیں بھی پڑھیں، روحانی اصلاح کے لیے انہوں نے پہلے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق حقی اجل خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (رحمہم اللہ) سے بیعت وارشاد کا تعلق قائم کیا اور ان سے ہی اجازت بیعت پائی۔

تدریسی زندگی کا آغاز حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ کے مشورہ سے مدرسہ عبد الرب دہلی سے کیا، آٹھ سال تک یہاں تدریس کے فرائض انجام دیے، یہاں بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا، دوران قیام یہاں کی جامع مسجد میں تفسیر قرآن کریم بیان کرنے کا التزام واہتمام رہا 1386ھ مطابق 1966ء میں بحیثیت استاذ دار العلوم دیو بند میں تقرری ہوئی، حسن کارکردگی کی بنیاد پر ترقی کرتے ہوئے 1399ھ مطابق 1979ء میں درجہ علیا تک پہونچے، مختلف سالوں میں انہوں نے بیضاوی شریف، صحیح مسلم، سنن نسائی کا درس دیا، شیخ ثانی مولانا عبد الحق اعظمیؒ کے وصال کے بعد بخاری شریف جلد ثانی کا درس ان سے متعلق رہا، تدریس کے علاوہ، وہ دو مرتبہ ناظم دار الاقامہ بنائے گئے، پہلی بار 1390ھ مطابق 1970 اور دوسری بار 1394 سے 1401ھ مطابق 1974 تا 1980ء وہ 1410ھ تا 1416ھ مطابق 1989 تا 1995 ناظم مجلس تعلیمی بھی رہے، انہوں نے پوری زندگی رجال سازی پر توجہ دیا، اس لیے ان کی با قاعدہ کوئی تصنیف نہیں پائی جاتی، ایک مجموعہ ''جواہرات قمر'' کے نام سے موجود ہے، جس میں جامع مسجد ہاشم امبور تامل ناڈو میں کئے گیے ان کے خطاب کو شائع کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ زکریاؒ کے وصال کے بعد انہوں نے مسلسلات کا درس بھی دار العلوم دیو بند میں شروع کیا، جس میں کثیر تعداد میں دورۂ حدیث کے طلبہ اور تعداد میں قرب وجوار کے علماء بھی شریف ہوا کرتے تھے، مسلسلات کا یہ درس وہ سال میں ایک بار دیا کرتے تھے۔ انہوں نے خود حضرت شیخ زکریاؒ سے مسلسلات کا درس لیا تھا، اور انہیں کے واسطہ سے اپنی سند مستفیدین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قمر الدینؒ سے میں نے بیضاوی شریف پڑھی تھی، ان کا درس مقبول تھا، وہ انتہائی متواضع اور وضع قطع کے اعتبار سے انتہائی نستعلیق انسان تھے، صبح وشام ٹہلنے کا معمول تھا جو پوری زندگی باقی رہا، انہوں نے صد سالہ کے بعد واقع ہونے والے ''قضیہ نامرضیہ'' سے خود کو الگ رکھا، اپنے سے قریب طلبہ کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے رہے، اور جب دار العلوم مجلس شوریٰ کی نگرانی میں کھلا تو دار العلوم درس کے لیے واپس آگیے، اس دورا بتلاء وآزمائش میں خود کو بچا کر رکھنا معمولی واقعہ نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے عمر اچھی عطا فرمائی، نوے سال کی عمر پائی، ہزاروں کی تعداد میں شاگرد چھوڑا، جو ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

کتابوں کی دنیا ✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ

بہار میں اردو ادب کی تاریخ کی تدوین کا سلسلہ برسوں پہلے سے جاری ہے، اس سلسلہ میں بہار میں اردو نثر کا ارتقاء، ڈاکٹر اختر اورینوی، بہار میں اردو شاعری کا ارتقاء (دفتر گم گشتہ) ڈاکٹر کلیم عاجز اردو نثر کے ارتقاء میں ارباب بہار کا حصہ رخشان ابدالی، اردو میں صوفیانہ شاعری ڈاکٹر محمد طیب ابدالی، بہار میں اردو شاعری معین الدین دردانی، بہار میں اردو نثر کا ارتقاء 1857 تا 1914 ڈاکٹر مظفر اقبال، تاریخ شعراء بہار سید عزیز الدین احمد بلخی، تذکرہ مسلم شعراء بہار احمد اللہ ندوی، اردو شاعری کے ارتقاء میں شعراء بہار کا حصہ توصیف احمد ڈار، تذکرہ بزم شمال بشیر احمد شاداں فاروقی، تاریخ ارو ادب بہار نثر ونظم پروفیسر جاوید حیات، بہار کی بہار فخر الدین عارفی کی رجال آنکھیں چراتے ہیں عظیم آباد والوں سے، بہار کی ادبی صحافت ڈاکٹر نوشاد منظر، ڈاکٹر اعجاز علی ارشد کی تاریخ اردو ادب بہار جلد دوم، اسی سلسلہ کی مشہور معروف اور مقبول تصنیفات ہیں، ان کتابوں میں غلطہائے مضامین کو تحقیق کی روشنی میں درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ہر مؤرخ اور محقق کی اپنی تحقیقات اور ترجیحات ہوتی ہیں، اس لیے ان کتابوں کو پڑھتے وقت اس موضوع کے باخبر قاری کو شکوہ ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کا تذکرہ نہیں آسکا اور فلاں کے بارے میں جو معلومات فراہم کی گئیں وہ انتہائی ناقص اور سطحی قسم کی تھیں، اور یہ کہ فلاں مصنف نے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا اور فلاں حوالہ جاتی کتب اس کی نظر سے نہیں گذری اس لیے بات درست درج نہیں ہوسکی، میری اس بات کی تائید سید شاہ حسین احمد کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔ ''تحقیق میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی، کوئی نیا تذکرہ، بیاض یا کسی قدیم شاعر کا دیوان مل جائے تو پورے اردو ادب کی تاریخ بدل جاتی ہے۔ (بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ صفحہ ۱۴)

جس کتاب سے یہ اقتباس لیا گیا ہے وہ پروفیسر سید شاہ حسین احمد کی ہے، شاہ صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں وہ پٹنہ کی مشہور خانقاہ دیوان شاہ ارزانی کے سجادہ نشیں ہیں، ویر کنور سنگھ یونیورسیٹی آرا میں پروفیسر ہیں، زبان وادب اور اس کی تاریخ کا مطالعہ ان کا وسیع ہے، ان کی کم وبیش گیارہ کتابیں: اردو کی دو مثنویاں، مطالعۂ راسخ، خدا بخش کے اردو مخطوطات، تصوف عہد بعہد، حیات شیخ الاسلام، فاعتروا، تہہ خاک، انیسویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ اور تصوف کی معنویت، نعمت ارزاں، ارزانی رسالہ اور بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ، خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان کتابوں میں زیادہ تر کام ترتیب وتقدیم اور تحقیق کا ہے، کئی کتابیں مستقل تصنیف وتالیف کے دائرے میں بھی آتی ہیں، مجھے تھوڑی گفتگو آخر الذکر کتاب پر کرنی ہے، جس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اس کتاب پر نہ تو کسی سے تقریظ اور تعریف کوئی چیز لکھوائی ہے اور نہ ہی اپنا تعارفی خاکہ شائع کیا ہے، اس سے مصنف کی خود اعتمادی کا پتہ چلتا ہے، وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ تقریظ، مقدمہ، پیش لفظ، حرف چند وغیرہ کے نام سے دوسروں کی تحریریں ''در مدح آں گویم'' کے قبیل کی ہوتی ہیں، جو صوفیاء کے یہاں پسندیدہ عمل نہیں ہے، اسی طرح اپنا تعارفی خاکہ نہ دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مجھے میری کتابوں میں ڈھونڈھو، میں بوئے گل کی طرح ان میں چھپا ہوا ہوں اور پھر یہ کہ ''مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار گوید''۔

بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ دراصل مکمل تاریخ، تحقیق، ادب اردو بہار کی پہلی جلد ہے، گو ٹائٹل وغیرہ پر کہیں جلد اول لکھا ہوا نہیں ہے؛ لیکن اس کا سراغ مصنف کے حرف اول سے ملتا جو اس کتاب کا حصہ ہے اور جس میں انہوں نے لکھا ہے: ''مکمل تاریخ ادب اردو بہار تین جلدوں میں لکھنے کا ارادہ ہے، پہلی جلد ابتداء سے 1857 تک، دوسری 1858 سے 1947 تک اور تیسری 1948 سے آج تک پہلی جلد ''بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ'' حاضر خدمت ہے۔'' (صفحہ ۹)

328 صفحات کی یہ کتاب ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے طبع ہوئی ہے، جس کی طباعت عمدہ ہوئی ہے، اچھے کاغذ، خوبصورت دیدہ زیب کور، مضبوط بائنڈنگ اور مارکیٹنگ کی وجہ سے مصنف کی پہلی پسند ہوا کرتی ہے، پبلیشر نے اس کتاب میں بھی اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھا ہے، اس لئے عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ کتاب کا انتساب پروفیسر رئیس انور سابق صدر شعبۂ اردو متھلا یونیورسٹی دربھنگہ کے نام ہے، تین سو اٹھائیس صفحات کی قیمت پانچ سو روپے پروفیسر حضرات کے لیے ممکن ہے زائد نہ ہو، ہم جیسے مولویوں کے لیے تو یہ بہت ہے، ملنے کے پتے تین درج ہیں، خانقاہ دیوان شاہ ارزانی، پٹنہ، بک امپوریم اور پرویز بک ڈپو سبزی باغ، پٹنہ، جہاں سے چاہیں، خرید لیں، مصنف بھی پٹنہ ہی میں رہتے ہیں، ملنے پر مفت مل جانے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ گو یہ عادت اچھی نہیں ہے۔

ایک صفحہ پر قاضی عبد الودود کا مشہور اقتباس درج ہے کہ ''تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے'' کتاب تین باب پر مشتمل ہے، باب اول میں بہار میں اردو نثر 1857 تک، باب دوم میں بہار میں اردو شاعری 1700 تک باب سوم میں بہار میں اردو شاعری 1701 تا 1800، اور باب چہارم میں بہار میں اردو شاعری 1801 سے 1857 تک کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، تحقیق شعراء ادبا ونثر نگار کی ہے اور تنقید سابقہ کتابوں میں درج ان معلومات پر جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں، پوری کتاب پڑھنے کا وقت نہ ہو تو اس کتاب کا آخری ماحصل پڑھنے سے بھی کام چل جائے گا۔

سید شاہ حسین احمد نے خود ہی اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ ''میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، تحقیق کر کے لکھا ہے اور کئی نئی معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے''۔ قارئین کو بسر وچشم ان کی یہ بات مان لینی چاہیے، نہیں مانیے گا تو آپ کے لیے بھی تحقیق کے دروازے کھلے ہیں، آیئے میدان میں، پتہ ماری کیجئے اور غلط ثابت کیجئے، میں اپنے اندر نہ تو پتہ ماری کا حوصلہ پاتا ہوں اور نہ ہی صلاحیت، اس لئے اس کتاب کے مندرجات کو تحقیقی نقطۂ نظر سے بسر وچشم قبول کرتا ہوں، کوئی اور تحقیق آئے گی تو رجوع میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ البتہ میرا احساس ہے کہ اس کتاب میں اردو ادب کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ عظیم آباد کے ہی ارد گرد گھوم رہی ہے، بتیا، سہسرام، آرہ، چھپرہ کے چند افراد کے علاوہ سب عظیم آباد کے ہی ہیں، اگر ماخذ ومراجع کو مزید کھنگالا جائے تو شمالی اور جنوبی بہار کے شعراء وادبا کا حصہ بھی اردو ادب کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ میں سامنے آسکتا ہے۔

کتاب کی زبان پاکیزہ ہے، سیدھے صاف لفظوں میں اپنی بات کہہ گذرنے کا فن شاہ صاحب کو خوب آتا ہے، اس لیے زبان وبیان میں ژولیدگی نہیں ہے، ادبی تحقیق ایک خشک موضوع ہے، اگر آپ اس فن کا ذوق نہیں رکھتے تو آپ کو پڑھتے وقت خشکی کا احساس ہوسکتا ہے، لیکن شعراء کے اشعار اور نثر نگاروں کے پھڑکتے ہوئے جملے دل ودماغ کو تروتازہ رکھتے ہیں

ورق گردانی کرتے ہوئے منشی کیولا پرشاد فقیر پر نظر ٹک گئی، ان کا ایک مجموعۂ کلام مطبوعہ شکل میری ذاتی لائبریری نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی ضلع ویشالی میں موجود ہے، ڈاکٹر مبین قریشی نے پروف پر توجہ دی ہے، لیکن اس کتاب میں کتابت کی غلطیاں نہیں ہیں، اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی، سرسری طور پر دیکھنے سے کئی جگہ ''الف'' زائد نظر آیا جیسے احمد االلہ ندوی، ڈاکٹر کلیم ااحمد عاجز، والسلام علی الرسولہ (الف لام کے ساتھ) لکھا ہوا موجود ہے، فہرست مرتب کرنی نہیں ہے ورنہ کچھ اور بھی نقل کرتا۔

بہر کیف کتاب اس لائق ہے کہ ادب وشاعری کے شائقین اسے اپنی لائبریری کی زینت بنائیں، ریسرچ اسکالر اس سے ماخذ ومراجع کا کام لیا کریں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

صحابہ کرامؓ کے ایمان ویقین کی حیرت انگیز واقعات: غزوۂ احد میں بعض صحابہ کرام نے بہادری وشجاعت وجانثاری اور فدائیت کے وہ نقوش چھوڑے کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، حضرت ابودجانہؓ نے اپنے جسم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنالیا تھا کہ ہر آنے والا تیر اپنے سینہ پر کھاتے تھے، حضرت طلحہؓ نے بھی اسی طرح اپنے بدن کو چھلنی کرالیا تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو نہیں چھوڑا۔

حضرت انس بن مالکؓ کے چچا حضرت انس بن نضرؓ جنگ بدر میں غیر حاضر رہے تھے اس لئے ان کو اس کا افسوس تھا، آرزو کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اگر کوئی موقع ہاتھ آیا تو اپنے دل کی حسرت پوری کروں گا۔ جب کچھ دن کے بعد جنگ اُحد کا واقعہ پیش آیا تو انس بن نضرؓ شریک ہوئے، جب مسلمان منتشر ہوگئے تھے اور کفار قریش کا سیلاب امنڈ رہا تھا تو یہ اپنی تلوار لے کر دھاڑتے ہوئے آگے بڑھے، اتفاقاً حضرت سعدؓ سے ملاقات ہوئی، سعدؓ بھی منتشر ہونے والوں میں جارہے تھے، پکار کر کہا: ''سعد! کہاں چلے جارہے ہو؟ میں تو احد پہاڑ کے اس دامن سے جنت کی خوشبو محسوس کررہا ہوں'' یہ کہہ کر آگے بڑھے شدید قتال کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ (ابن کثیر)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان منتشر ہوگئے تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف گیارہ حضرات رہ گئے تھے، جن میں حضرت طلحہؓ بھی تھے، کفار قریش کا سیلاب اُمڈ رہا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ان کی خبر لے گا؟ حضرت طلحہؓ بول اٹھے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوں گا''۔

ایک دوسرے انصاری صحابی نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر'' انصاری کو آپ نے جانے کا حکم دیا، وہ قتال کے بعد شہید ہوگئے، پھر ایک ریلہ آیا، آپ نے پھر وہی سوال کیا: حضرت طلحہؓ نے وہی جواب دیا اور بے تاب کسی دوسرے انصاری صحابی کو بھیج دیا اور حضرت طلحہؓ کی تمنا پوری نہیں ہوئی، اسی طرح سات بار حضور نے کہا اور ہر مرتبہ حضرت طلحہؓ کو اجازت نہیں دی گئی اور دوسرے صحابہ کو اجازت دی جاتی تھی وہ شہید ہوجاتے تھے۔

فتح وشکست کا مدار قلت وکثرت پر نہیں: جنگ یرموک کے موقع پر جب محاذ جنگ سے حضرت عمرؓ کو مزید فوجی کمک بھیجنے کے لئے لکھا گیا اور قلت تعداد کی شکایت کی گئی تو تحریر فرمایا: ''میرے پاس تمہارا خط آیا جس میں تم نے زیادہ فوجی مدد طلب کی ہے؛ لیکن میں تم کو ایک ایسی ذات کا پتہ دیتا ہوں جو نصرت کے لحاظ سے سب سے زیادہ غالب اور فوج کے لحاظ سے زیادہ محفوظ ہے وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے، لہٰذا تم اسی سے مدد طلب کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر میں باوجود قلت عدد کے مدد دی گئی، جب میرا یہ خط تم کو پہنچتے تو ان پر ٹوٹ پڑو اور مجھ سے اس سلسلہ میں کوئی مراجعت نہ کرو''۔

اس واقعہ کے راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کو یہ خط ملا تو ہم نے اللہ کا نام لے کر کفار کے لشکر کثیر پر یکبارگی حملہ کیا جس میں ان کو شکست فاش ہوئی، حضرت فاروق اعظمؓ کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کی فتح وشکست، قلت وکثرت پر دائر نہیں ہوتی بلکہ اللہ پر توکل اور اس کی مدد پر موقوف ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم نے غزوہ حنین کے بارے میں اس حقیقت کو ضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ارشاد ہے: ''ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً'' یعنی غزوہ حنین کو یاد کرو جب کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، تو یہ کثرت تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی''۔

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ افریقہ کے جنگل میں: حضرت عقبہ ابن نافع رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے ایک جنگل میں شہر بسانا چاہا تاکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر قیام کرسکے، چنانچہ اس کے لئے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہاں ہزاروں قسم کے جانور اور خونخوار درندے بسے ہوئے تھے، حضرت عقبہ بن نافع نے اللہ سے دعا کی پھر جنگل میں کھڑے ہوکر درندوں سے خطاب فرمایا کہ: ''اے جنگل کے سانپو اور درندو! ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور یہاں رہنا چاہتے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کسی اور جنگل میں چلے جاؤ، اس کے بعد جو بھی ہم کو یہاں ملے گا ہم اس کو قتل کردیں گے''۔

یہ سن کر جنگل کے جانور اور درندے اپنے اپنے بچوں کو لے کر جنگل سے نکلنے لگے اور دوسری جگہ منتقل ہوگئے، مسلمانوں کی اس ایمانی قوت کے حیرت انگیز کرشمہ نے وہاں کے لوگوں کو متحیر کردیا اور بربر قوم کے بہت سے قبائل نے افریقہ میں اس دن ایمان قبول کیا۔ (الکامل الابن الأثیر: ۳/۴۲)

حضرت علیؓ کا توکل: حضرت علی کرم اللہ وجہہ شب میں نفلیں پڑھنے مسجد کو تشریف لایا کرتے تھے، بعض حضرات نے ایک بار ان کو پہرا دیا، جب آپ نماز سے فراغت کے بعد باہر آئے اور ان لوگوں کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کی حفاظت کے لئے، حضرت علیؓ نے پوچھا کہ آسمان والوں سے یا زمین والوں سے؟ لوگوں نے کہا کہ زمین والوں سے، یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب تک کسی بات کا فیصلہ آسمان میں نہیں ہوجاتا اس وقت تک کوئی چیز زمین پر رونما نہیں ہوتی اور فرمایا کہ بیشک حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی لذت کوئی شخص اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک یہ یقین نہ کرلے کہ جو کچھ (اچھا یا بُرا) اسے پہنچا ہے وہ ہٹنے والا نہ تھا اور جو اسے نہیں پہنچا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ (تاریخ ابن عساکر: ۴۲/۵۵۴، کنز العمال: ۱/۸۱-۸۲)

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے | بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا | آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حضرت لقمانؑ اور ان کا آقا: حضرت لقمانؑ ایک وفادار غلام تھے، دن رات اپنے آقا کی خدمت نہایت خلوص سے کیا کرتے تھے، آقا بھی ان کو دل وجان سے چاہتا تھا اور ان کی خوبیوں کا قائل تھا، دراصل لقمانؑ خواجہ تھے، خواجہ ان کا غلام تھا۔

اس خواجہ کا طریق تھا کہ جب وہ کسی اجنبی مقام پر جاتا تو حضرت لقمانؑ کو اپنی خلعت اور جامہ پہناتا اور خود غلام کے کپڑے پہن کر ساتھ ہوجاتا، حضرت لقمانؑ کو صدر مقام پر بٹھاتا آپ کے حکم کو بجالاتا اور کہتا کہ میں نے تیرے ذمہ خدمت نہ کرنے کا حکم لگایا ہے، میں نے مسافت میں تدبیر کا بیج بویا ہے، حضرت لقمانؑ اس کے (خواجہ) راز کو چھپانے والے تھے، غیر سے راز چھپانا تو عجیب بات نہیں عجب یہ ہے کہ اپنے آپ سے راز چھپایا جائے، جب خواجہ نے حضرت لقمانؑ کے اسرار پالیے تو ان کا غلام بن گیا کوئی شے نہ کھاتا تھا جب تک حضرت لقمانؑ نہ کھاتے، ایک دفعہ اس کے پاس خربوزوں کا ہدیہ آیا، تو اس نے حضرت لقمانؑ کو بلایا اور خود خربوزے کاٹ کاٹ کر ان کو دیئے وہ ان کو شہد اور شکر کی طرح کھائے جارہے تھے، کہ خواجہ نے بھی خربوزے کھانے شروع کئے، ابھی اس نے ایک کاش کھائی کہ اس کی تلخی سے حلق جل گیا اور زبان پر آبلہ پڑگیا، اس نے حضرت لقمانؑ سے دریافت کیا کہ وہ یہ زہر جیسے تلخ خربوزے کس طرح کھاگئے اور انہوں نے بہانہ کرکے ٹالنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

حضرت لقمانؑ نے کہا کہ میں نے آپ کے ہاتھ سے کتنے ہی شیریں میوے اور حلوے کھائے ہیں، مجھے شرم آرہی تھی کہ میں آپ کے ہاتھ سے یہ تلخ پھل کھانے سے انکار کروں یا بہانے کروں۔

سبق: محبت سے کڑوی چیزیں میٹھی ہوجاتی ہیں، محبت سے تانبہ، سونے میں ڈھل جاتا ہے، محبت سے خار گل بن جاتے ہیں، چنانچہ شکر گزاری کیلئے بھی ضروری ہے کہ جس مقام سے انسان پر احسانات کی بارش ہوا گر کوئی تکلیف آجائے تو نیک دلی کے ساتھ اُسے قبول کرلے۔

حضرت موسیٰؑ اور چرواہا: حضرت موسیٰ نے ایک چرواہے کو دیکھا کہہ رہا تھا اے کریم خدا تو کہاں ہے تاکہ میں تیرا نوکر بنوں، تیرا جوتا کس دو، تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تیری کپڑے سی دوں تیرے کپڑے دھوؤں، جوئیں ماروں، دودھ پیش کروں، اگر تو بیمار ہو تو تیرا غم خوار بنوں تیرے پیارے پیارے ہاتھ چوموں تیرے نازک پیر دباؤں تیرا بستر صاف کروں، میں دودھ اور گھی لے کر تیرے دروازے پر آؤں، پنیر، روغنی روٹیاں، دہی کی ٹکیا لاؤں میری پیاری بکری تجھ پر قربان کردوں، چرواہا اسی طرح کی باتیں کررہا تھا، حضرت موسیٰ نے جب یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس سے پوچھا کس سے مخاطب ہے؟ اس نے کہا اس سے جس نے مجھے اور اس کائنات کو پیدا کیا جو اس کائنات کا رب ہے، اس سے آپ نے فرمایا کہ وہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہے یہ چیزیں تو انسان کی ضرورت ہیں وہ ان سے بلند وبالا ہے، تو گستاخی کا مرتکب ہورہا ہے، فوراً اس سے باز آ، وہ چرواہا اپنی حماقت پر شرمندہ اور رنجیدہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ تیرا کام بندوں کو خدا سے ملانا ہے یا بندوں سے جدا کرنا؟ میں نے ہر انسان کے مفہوم کی ادائیگی کی خاطر اس کی طبیعت کے مطابق اصطلاح بنائی ہے، اس کی ذہنی استعداد کے مطابق اسے پیرایہ اظہار دیا ہے، جو گفتگو وہ کرتا ہے اس کے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تو دل کے خلوص کو دیکھتا ہے الفاظ کو نہیں دیکھتا، وہ تو مغز کو جانتا ہے چھلکے کو اہمیت نہیں دیتا، حضرت موسیٰ سے کہا گیا کہ وہ چرواہے کو منائیں آپ نے اس کو تلاش کیا، بعد از تلاش بسیار وہ ملا تو آپ نے اسے بتایا کہ مبارک ہو، تمہارے حق میں اجازت مل گئی ہے تم جس طرح چاہو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔ اس نے جواب دیا کہ اب میں اس منزل سے آگے نکل گیا ہوں، آپ نے کوڑا مارا، میرا گھوڑا مرگیا، اس نے جست لگائی اور آسمان سے باہر ہوگیا۔

سبق: الفاظ سے مفہوم زیادہ اہم ہے، ظاہر سے باطن، اللہ کے یہاں اعمال کی ظاہری شکل سے دل کے خلوص کی زیادہ اہمیت ہے، ہر انسان کی طبیعت کے مطابق اصطلاحات ہیں، علاوہ ازیں وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا استاد ومرشد کی راہ نمائی کے بغیر تھا جب حضرت موسیٰ کی تنبیہ اور رہنمائی ملی تو وہ درست سمت میں رواں ہوگیا۔

پیر مرید: ایک پیر کے مرید نے نیا گھر بنایا اور اس میں ہوا روشنی کے لئے روشن دان رکھا، پیر نے آزمانے کیلئے مرید سے دریافت کیا کہ یہ طاق کیسا ہے، مرید نے کہا کہ یہ روشنی اور ہوا کے داخلہ کا راستہ ہے، پیر نے کہا کہ روشنی اور ہوا تو ویسے بھی اس راستہ سے اندر آتی ہے، اگر تو اطاعت کی نیت کرتا ہے اور اذان کی آواز کے لئے اسے مخصوص کرتا تو اچھی نیت اور اجر وثواب حاصل کرتا۔

سبق: اصل کی طرف دھیان دو فروع تو ویسے بھی مل کررہے گی، گیہوں بونے والے کو گیہوں کے ساتھ بھوسہ خود بخود حاصل ہوجاتا ہے۔ (گلشن نعمانی: ستمبر ۲۰۱۸ء)

اللہ دیکھ رہا ہے: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر پر جارہے تھے جنگلوں کا سفر تھا اور اس وقت آج کل کی طرح ہوٹلوں کا رواج تو تھا نہیں، اس لئے جب بھوک لگی اور زاد راہ ختم ہوگیا، تو آس پاس بستی تلاش کی کہ قریب میں کوئی بستی ہو تو وہاں جاکر کھانا کھالیا جائے، تلاش کے دوران دیکھا کہ بکریوں کا ایک گلہ چر رہا ہے، آپ نے قریب جاکر چرواہے کو تلاش کیا اور اس سے ملاقات کرکے اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور بھوک لگی ہوتی ہے اس لئے بکری کا دودھ نکال دو اور مجھ سے اس کے پیسے لے لو تاکہ دودھ پی کر اپنی بھوک کا مداوا کرلوں، یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھی دنیا سے زیادہ کے حکمراں اور بادشاہ بن چکے تھے، جواب میں چرواہے نے کہا کہ جناب میں آپ کو ضرور دودھ دے دیتا، مگر بات یہ ہے کہ بکریاں میری نہیں ہیں میرے مالک کی ہیں اور اس نے مجھے چرانے کے لئے دی ہیں، اس لئے یہ بکریاں بھی میرے پاس امانت ہیں اور ان کا دودھ بھی میرے پاس امانت ہے، اس لئے میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دینے کا مجاز نہیں ہوں، اس لئے مجبوری ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ اس شخص کا تھوڑا امتحان لیا جائے، اس کے ایمان ویقین کو پرکھا جائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے کہا کہ میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں اگر تم اس پر عمل کرلو، اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی فائدہ ہے، اس چرواہے نے پوچھا کہ وہ کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ ایک بکری تم مجھے فروخت کردو اور اس بکری کی جو قیمت ہو وہ تم مجھ سے لے لو اس میں میرا تو یہ فائدہ ہے کہ میں اس بکری کو اپنے ساتھ سفر میں رکھوں گا اور جب ضرورت ہوگی، اس کا دودھ نکال کر پی لوں گا اور تمہارا فائدہ یہ ہے کہ تمہیں بکری کے پیسے مل جائیں، رہا مالک، تو اگر مالک پوچھے کہ بکری کہاں گئی تو اس کو یہ کہہ دینا کہ اس کو بھیڑیا کھاگیا، اس لئے کہ اس قسم کے واقعات جنگل میں پیش آتے ہی رہتے ہیں اس لئے اس کو یقین آجائے گا، چرواہے نے جوں ہی یہ تدبیر سنی تو فوراً اس کی زبان پر یہ کلمات آئے کہ ''یا ھذا فاین اللہ'' پر اللہ کہاں گیا؟ یعنی اگر یہ سب کام میں کرلوں تو اگرچہ مالک تو نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے، یہ سب کچھ حقیقت میں جھوٹ ہے، فریب اور دھوکہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر میں کیا جواب دوں گا؟ (وصیۃ الفرقان: نومبر ۲۹۲۲ء)

Scanned with CamScanner

نبی آخر الزماں ﷺ کا درد اپنے سینوں میں پیدا کیجئے

مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی

دین وایمان خدائے رب العزت کی عطا کردہ سب سے بڑی دولت اور ہمارا سب سے عظیم سرمایہ ہے، جس پر ساری دینی و دنیوی کامیابیوں اور سعادتمندیوں کا دارومدار ہے جسکے بغیر انسان کا کوئی مقام ومرتبہ نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں۔ لہٰذا ایسی متاع عزیز کی حفاظت، اس کی قدردانی ونگہبانی ہم سب کا اولین فریضہ ہے اگر ایمان کی حفاظت کیلئے ہمیں کائنات کی ساری دولت لٹانی پڑے اور ہر طرح کی قربانی دینی پڑے تو ہمارے لئے یہ بہت بڑی سعادت اور بہترین سودا ہوگا۔

بڑے ہی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جس خطرناک دور سے ہم گزر رہے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں باطل مختلف شکلوں میں ہماری اسی متاع عزیز کو لوٹنے اور ہمیں ایسی دولت عظمی سے محروم کرنیکی ناپاک کوشش کررہا ہے۔ اس سے قبل بھی میں نے ایک اجلاس عام میں اپنا دردمندانہ پیغام دیا تھا جسے آپ حضرات نے اپنے دل کی آواز سمجھ کر بہت حد تک اپنی ذمہ داری کا بھی احساس کیا، آج پھر اس پیغام کو دہراتے ہوئے مزید زورآوری اور دردمندی کے ساتھ چند گزارشات رکھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ حضرات پہلے سے زیادہ اسکی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ملت کے دین وایمان کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہونگے، پچھلے چند سالوں سے یہ افسوسناک خبریں مل رہی ہیں کہ ملک کے مختلف صوبوں میں ختم نبوت کے عظیم وبنیادی عقیدے پر ڈاکہ ڈالنے والے مختلف فتنے اور خاص طور پر شکیلیت کا فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے پنجے گاڑتا نظر آرہا ہے، مزید دکھ کی بات یہ ہے کہ اس فتنے کی زد میں دیندار سمجھدار قسم کے دینی و علمی گھرانے کے افراد بھی آرہے ہیں اور بعض دینی ودعوتی جماعتوں سے وابستہ افراد بھی بری طرح اس فتنے کا شکار ہو کر اسکے پرچارک وداعی بنتے نظر آرہے ہیں العیاذ باللہ ''چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی'' بہار ایک ایسا صوبہ ہے صوبہ جہاں بڑے بڑے اساطین علم پیدا ہوئے جنکی بڑی دینی وعلمی خدمات رہی ہیں آج یہ صوبہ شکیلیت کے نرغے میں ہے بلکہ اب تک کی معلومات میں ملک وبیرون ملک میں جہاں کہیں اس فتنے کے سرغنہ قسم کے لوگ پکڑے گئے انکا تعلق زیادہ تر بہار کے کسی نہ کسی علاقے سے پایا گیا۔

لہٰذا علماء بہار کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ریاست بہار سے اس بدنما داغ کو ختم کردیں اور اس کے تعاقب کیلئے اپنے تن من دھن کی بازی لگادیں۔ اسی طرح ملک کے دیگر صوبوں کی رپورٹیں بھی ہمارے پاس ہیں جہاں شکیلیت، گوہر شاہیت اور قادیانیت جیسے ایمان سوز فتنے کھلے عام اپنا جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ہماری غیرت ایمانی ہمیں یہ آواز دے رہی ہے۔ اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَ اَنَا حَیٌّ

تاج ختم نبوت پر کوئی مکار حملہ کرے اور ہم خاموش بیٹھے رہیں، کوئی نبی رحمت کے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروح کرنیکی کوشش کرے اور ہمارے کانوں پر جوں تک نہ رینگے! یہ علماء حق کا کبھی شعار نہیں رہا ہے۔ ہمارے کاندھوں پر وراثت نبوی کا بارگراں ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین کہلاتے ہیں، دنیا کی آسائشیں سب ختم ہوجانے والی ہیں ہمارے لئے معاش اصل نہیں ہے، ہم خدائے واحد کے دین کے علمبردار اور خاتم الانبیاء کی نبوت و شریعت کے پاسدار ہیں۔ ہمارے اکابر نے نہایت کٹھن حالات میں سر سے کفن باندھ کر عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کی ہے ہم انھیں کے نام لیوا ہیں، لہٰذا ہمارا جذبہ ایمانی اور غیرت دینی ہمیشہ بیدار اور زندہ رہنا چاہئے۔

بے شک ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر ایمان عطا ہونے کے بعد اسکی حفاظت وتقویت کے اسباب ووسائل اپنانے اور اپنے متعلقین کے ایمان کی فکر کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے جسکا کل روز محشر ہم سے سوال ہوگا ایمان کے لٹیروں کے پھیل جانے کے بعد کسی علاقے میں یہ کہہ کر کہ فتنوں کا تذکرہ کرنے سے فتنوں کا پرچار ہوگا اور فتنے بڑھیں گے، یہ بڑی ناعاقبت اندیشی اور تساہل ومداہنت کی بات ہوگی، اسلئے کہ اس وقت ملک کا شاید ہی کوئی حصہ ان فتنوں سے محفوظ ہو اگر فتنوں کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو عقیدۂ ختم نبوت سمجھانا تو ہم سب کی منصبی ذمہ داری ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں اس لئے نہیں ہوتیں کہ ہم انہیں پڑھ کر تماشائی بنے رہیں کہ یہ تو ہوکر رہے گا بلکہ پیشن گوئیوں کا مقصود ہی یہ ہوتا ہے کہ انکی روشنی میں ہم خود کو اور آنے والی نسلوں کو ان فتنوں سے بچائیں اور ان کے ایمان کی فکر کریں۔ فتنے تو یقیناً آئیں گے مگر ہمیں ان فتنوں سے بچانے کے لئے ہمارے اور ہماری نسلوں کے ایمان کی فکر کرنا ازحد ضروری ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا میں اسی کا درس دیا گیا ہے! اس تناظر میں پوری قوت کے ساتھ یہ گزارش ہے کہ ہم سب اپنے مکاتب ومدارس، اسکول وکالج، مرد وخواتین کے اداروں اور اپنے اپنے میدان عمل میں نیز اپنے گھروں میں بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کے درمیان عقائد کی تعلیم کو خوب عام کریں، اہل علم کے اور دیندار گھرانوں میں بھی فضائل وآداب کے ساتھ عقائد وایمانیات کی تعلیم ضروری دی جائے حفاظ کرام ائمہ مساجد وعلماء کرام کے درمیان تربیتی پروگرام کئے جائیں تاکہ انھیں اپنے عقائد پر مکمل انشراح اور مضبوطی حاصل ہو اور وہ ان فتنوں کا تعاقب کرسکیں حالات یہ بتا رہے ہیں کہ اب کسی گھرانے یا طبقے کا بظاہر کوئی استثناء مشکل ہورہا ہے کہ یہ اطمینان کرلیا جائے کہ یہ لوگ فتنوں سے محفوظ ہوجائیں گے دن بہ دن پیش آنے والے حالات نے ہر ایک کیلئے فکرمندی کا درس اور عبرت کا سامان مہیا کیا ہے لہٰذا آج سے یہ عہد کرکے اٹھیں کہ ہمیں اپنے اور اپنی نسلوں کے ایمان کی فکر کرنی ہی ہے اور اسی ایمان پر ہی جینا اور مرنا ہے۔ ان شاءاللہ

میرا یہ پیغام اہل بہار کے لئے خصوصاً اور پورے ہندوستان کے لئے عموماً بلکہ اس سے آگے بڑھ کر پورے عالم میں جہاں کہیں مسلمان اور خوشہ چینان دارالعلوم ووابستگان دیوبند موجود ہیں ان سب کیلئے ہے امید ہے آپ حضرات خاتم الانبیاء کے اس عظیم دین کی حفاظت کے لئے پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہونگے اپنے نبی کا درد اپنے سینوں میں پیدا کریں گے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے علمبردار بنیں گے ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کے دین کا سچا محافظ بنائے۔ آمین

دُنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا غم

مفتی محمد وقاص رفیع

دُنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے ایک نہ ایک دن ختم ہوجانے والی ہے، اور اس کا مال ومتاع چاہے کتنا ہی زیادہ سے زیادہ کیوں نہ ہوجائے ایک نہ ایک دن چھوٹنے والا ہے، موت سے چھوٹ جائے چاہے یا ضائع ہونے سے چھوٹ جائے، لیکن اسے چھوٹنا لازمی ہے۔ اور آخرت کی زندگی دُنیا کی زندگی سے کہیں زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور آخرت کی زندگی بہترین اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔ (سورۃ الاعلیٰ) بلاشبہ آخرت کی زندگی کی نعمتیں، اُس کی جوانی، اُس کے مزے، اُس کی خوب صورتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اِس کے برعکس دُنیا کی زندگی، اُس کی نعمتیں، اُس کی جوانی، اُس کی خوب صورتی اور اُس کے مزے صرف ایک محدود اور معین مدت تک کے لیے ہیں اور پھر انہیں یکسر ختم ہوجانا ہے۔ پس خوش نصیب اور عقل مند ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر آخرت کی لازوال اور بے مثال زندگی کو دنیا کی زندگی پر ہمیشہ ترجیح دیتا رہے اور اِس دارِ فانی کی تعمیر وتزئین کے بجائے دارِ بقا کی تعمیر وتزئین کی فکر میں ہر دم لگا رہے؛ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے، رسول اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ: ''جو شخص دُنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ (بظاہر صورت نہ کہ حقیقتاً) اپنی دُنیا کو نقصان پہنچاتا ہے (پس جب یہ ضابطہ ہے تو) جو چیز ہمیشہ رہنے والی (یعنی آخرت) ہے اُس کو ترجیح دو اُس چیز (دُنیا) پر جو بہر حال فنا ہونے والی ہے۔'' (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: ''ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے، آپؓ نے کچھ پینے کو مانگا تو شہد کا شربت خدمت میں پیش کیا گیا، اِس کو منہ کے قریب فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والے بھی اِس سے متاثر ہوکر رونے لگے اور خوب روئے، اس کے بعد پھر دوبارہ اُس کو منہ کے قریب کیا اور پھر رونے لگے، اس کے بعد اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے اور ارشاد فرمایا کہ: ''میں ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے دیکھا کہ حضور اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو دفع فرمارہے ہیں اور کوئی چیز حضور کے سامنے مجھے نظر نہ آئی، تو میں نے حضور سے دریافت کیا کہ: ''حضور! کس چیز کو آپ اپنے سے ہٹا رہے ہیں؟۔'' حضور نے فرمایا کہ: ''دُنیا میرے سامنے حاضر ہوئی تھی، میں نے اُس کو اپنے سے ہٹایا، اِس کے بعد پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئی اور آکر مجھ سے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو (کچھ قلق اور افسوس کی بات نہیں، اس لیے کہ) آپ کے بعد آپ کی آنے والی امت مجھ سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔'' (فضائل صدقات)

ایک حدیث میں حضور اقدس کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ: ''دُنیا اُس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں کوئی) گھر نہیں، اور دُنیا اُس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں کوئی) مال نہیں، اور دُنیا کے لیے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جس کو بالکل عقل نہیں ہوتی۔'' (دُرِّ منثور)

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ: ''تو جس قدر دُنیا کا غم کرے گا اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا، اور جتنا تو آخرت کا غم کرے گا اتنا ہی دُنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔'' حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ: ''اگر دُنیا مجھے ساری کی ساری مل جائے اور مجھ سے اِس کا حساب بھی نہ لیا جائے تب بھی میں اس سے ایسی گھن اور کراہت کروں جیسی کہ تم لوگ مردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔'' حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ: ''دُنیا کی محبت نے اور گناہوں نے دلوں کو وحشی بنا رکھا ہے، اس لیے خیر کی بات دلوں تک پہنچتی نہیں اور نہ ہی اپنا اثر دکھاتی ہے۔''

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت موسیٰؑ سے ہے کہ: ''جب تم وسعت کو آتے دیکھو تو سمجھو کہ کسی گناہ کی سزا میں یہ آرہی ہے، اور جب فقر وفاقہ کو آتے دیکھو تو کہو کہ صالحین کا شعار آرہا ہے۔

اور اگر کوئی حضرت عیسیٰؑ کا اتباع کرنا چاہتا ہے تو اُن کا ارشاد یہ ہے کہ: ''میرا سالن بھوک ہے۔ اور میرا شعار اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میرا لباس ''صوف'' (بھیڑ بکری کے بال اور اُون) ہے۔ اور میرا سردی میں سینکنا دھوپ ہے۔ اور میرا چراغ چاند کی روشنی ہے۔ اور میری سواری میرے پاؤں ہیں۔ اور میرا کھانا اور میوے زمین کا گھاس ہے۔ میں صبح اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، اور شام اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اور ساری دُنیا میں مجھ سے زیادہ غنی اور بے پرواہ کوئی شخص بھی نہیں جو کسی دوسرے کا محتاج ہو۔ (فضائل صدقات)

ایک حدیث میں حضور اقدس کا ارشاد مروی ہے کہ: ''ہر اُمت کے لیے کوئی بچھڑا (گاؤ ماتا وغیرہ) ہوتا ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، میری اُمت کا بچھڑا روپیہ اور اشرفی (بلکہ آج کل کی زبان میں اشرفی کی جگہ اگر ڈالر، یورو اور ریال وغیرہ کرنسیوں کا نام لیا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا (رفیع) ہے۔ (کہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ پرستش کا ہوتا ہے) اور حضرت موسیٰؑ کی قوم کا بچھڑا بھی تو سونے چاندی کا زیور ہی تھا۔'' (احیاء العلوم الدین) ضحاک بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص بازار جائے اور کسی چیز کو دیکھ کر اُس کے خریدنے کی رغبت ہو اور ناداری کی وجہ سے (اُس کو خرید نہ سکے، بلکہ) اس پر صبر کرے تو اُس کا یہ عمل ایک ہزار اشرفیاں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ کی لخت جگر حضرت اُم ولیدؓ فرماتی ہیں کہ: ''ایک مرتبہ حضور اقدس شام کے وقت اندر سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ: ''تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا بات ہوئی؟۔'' حضور نے ارشاد فرمایا کہ: ''اتنی مقدار جمع کرتے ہو جتنا کھاتے نہیں ہو، اور اتنے مکانات بنا لیتے ہو جن میں رہتے بھی نہیں ہو اور ایسی ایسی اُمیدیں باندھ لیتے ہو جن کو پورا بھی نہیں کرسکتے، کیا ان باتوں سے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔'' (الترغیب والترہیب)

مطلب یہ ہے کہ رہن سہن کے لیے گھر اور مکان اتنا ہی بنانا چاہیے جتنے کی ضرورت ہو اور اُس میں زندگی اچھی طرح سے گزر سکے۔ اسی طرح مال ودولت اور خزانہ اتنا ہی جمع کرنا چاہیے جس سے اپنی معاشی تنگی دُور ہوکر گزرانِ اوقات آسانی سے ہوسکے۔ اس کے علاوہ جو زائد مال ہے وہ جمع کرنے اور پیسے پر پیسہ اکٹھا کرنے کے لیے نہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے ہے۔

Scanned with CamScanner

دنیا کی حقیقت سمجھئے

عظمتی عشرت منکوٹی

درحقیقت دنیا کی ہر چیز آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں اور آخرت کی چیزیں پردے میں ہوتی ہیں، اس لئے انسان اس کے اوپر کمزور یقین ہونے کی وجہ سے اتنا احتیاط نہیں کرتا۔ ایک مچھلی تیر رہی تھی، اس کو کسی بڑی مچھلی نے سمجھایا کہ اگر تم اس طرح کا کانٹا دیکھو یا کوئی اس طرح کیڑا دیکھو یا گوشت کا ٹکڑا دیکھو تو اس کے چکر میں نہ پھنسنا، اس لئے کہ اس کے پیچھے ایک دھاگہ ہوتا ہے، دھاگے کے پیچھے شکاری ہوتا ہے، جب تم اس گوشت کے ٹکڑے کو کھانے لگو گی تو کانٹا تمہارے حلق میں چبھ جائے گا پھر اس دھاگے کی مدد سے شکاری تمہیں باہر کھینچ لے گا، وہ گھر لے جائے گا، اس کی بیوی چھری سے تمہارے ٹکڑے بنائے گی، پھر تمہیں وہ مرچ نمک لگائے گی اور کباب بنا کر تیل میں تلے گی، دسترخوان پر سجائے گی، مہمان آئیں گے اور وہ بتیس دانتوں میں چبا چبا کر تمہیں کھائیں گے، اس لئے تم یہ کام مت کرنا، اب اگر وہ چھوٹی مچھلی کہے کہ اچھا میں دیکھتی ہوں کہ وہ دھاگہ، شکاری کہاں ہے، اس کی بیوی کہاں ہے، اس کا کچن کہاں ہے، اور اس کے لئے دریا کے پانی میں چکر لگاتی پھرے کہ یہ مجھے کہیں نظر آجائے تو اس کو وہاں یہ چیزیں کہیں بھی نظر نہیں آسکتیں، اگر وہ اعتماد و یقین کرے گی تو اس کا فائدہ ہوگا اور اگر نہیں کرے گی اور بات نہ مان کر پھر وہ اس گوشت کو کھانے لگے گی اور کانٹا حلق میں چبھے گا تو اس کو خود بخود شکاری بھی نظر آئے گا، پھر اس کو اس کی بیوی بھی نظر آئے گی، اس کو چھری اور چاقو کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے بنتے ہوئے بھی نظر آئیں گے، پھر نمک مرچ بھی نظر آئے گا اور تیل کی کڑاہی بھی نظر آئے گی۔

بالکل اسی طرح ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، لوگو جب تمہاری موت آئے گی تو جنت سے بھی فرشتے آئیں گے اور جہنم سے بھی فرشتے آئیں گے، اگر تم نیک انسان ہوئے تو جنت کے فرشتے تمہاری روح لے جائیں گے، اور اگر برے انسان ہوئے تو جہنم کے فرشتے لے جائیں گے، نیک لوگوں کی روح کو علیین پر لے کر جاتے ہیں جو اوپر ہے، اور برے لوگوں کی روح سجین میں لے کر جائیں گے جو نیچے ہے، پھر قبر کو جنت کا باغ بنادیتے ہیں یا جہنم کا گڑھا بنادیتے ہیں، پھر قیامت کے دن سب لوگ کھڑے ہونگے، اس دن عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا، جو لوگ برے ہوں گے ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا، نیک لوگوں کو جنت میں لے جائیں گے، اب یہ باتیں اتنی کھلی ہوئی ہیں کہ جس بندے نے یقین کرلیا اور اپنے نیک اعمال ابھی سے کرنے شروع کردیے وہ بندہ یقیناً جنت میں جائے گا اور جس نے سوچا کہ یہ معاملہ دیکھا تو کسی نے نہیں آگے جائیں گے تو دیکھی جائے گی تو وہ انسان دنیا میں تو چند دن موج کرلے گا لیکن جب مرے گا تو اس کو جہنم کے فرشتے بھی نظر آئیں گے قبر کو دوزخ کا گڑھا بنادیا جائے گا، قیامت کے دن بغیر سایہ کے کھڑا ہونا پڑے گا اور پھر اس کو لمبے لمبے دانتوں والے فرشتے دوزخ میں لے جائیں گے، وہ بھی نظر آجائیں گے مگر اس وقت سوا افسوس کہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ایک اور مثال سن لیجئے، کہ اگر ایک انڈے کے اندر مرغی کا بچہ بن چکا ہو اور تھوڑی دیر میں وہ باہر آنے والا ہے، اب فرض کرو کہ اس چھوٹے سے بچے کے ذہن میں اگر کوئی ڈالے کہ تم تو ایک خول میں بند ہو تھوڑی دیر بعد یہ خول ٹوٹ جائے گا تم ایک نئی دنیا میں جاؤ گے جس میں چھ فٹ کا انسان ہوتا ہے، بیس تیس فٹ کے ان کے مکان ہوتے ہیں، پہاڑ ہوتے ہیں، درخت ہوتے ہیں، آسمان ہوتا ہے، سمندر ہوتے ہیں، آبشاریں ہوتی ہیں اور وہ بچہ یہ ذہن میں سوچے کہ اچھا میں دیکھتا ہوں کہ یہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ نہیں تو اس کو انڈے کے خول میں تو کوئی چیز نظر نہیں آسکتی لیکن اگر وہ یقین کرلے گا تو جیسے ہی انڈے کے خول سے باہر آئے گا انسان کو بھی دیکھے گا درختوں کو بھی دیکھے گا، مکانوں کو بھی دیکھے گا، اس کو اپنے دشمن بلی کا پتہ بھی چل جائے گا، اور اس کو ہر چیز اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آجائے گی۔ لیکن اگر وہ کہے گا کہ میں یہاں دیکھوں تو یہاں اس کو انڈے کے اندر سے کیا نظر آئے گا؟ بالکل اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ہم زمین اور آسمان کے انڈے کے اندر پھنسے ہوئے ہیں، ایک جنت بھی ہے اور روزخ بھی ہے، قیامت کے دن اللہ میزان عدل بھی قائم کریں گے، اگر ہم اس پر یقین کریں تو ہمارا فائدہ ہے اگر نہیں کریں گے تو قیامت کے دن اللہ پردہ ہٹادیں گے، قرآن مجید میں فرمایا اس دن اللہ تعالی آنکھوں کے پردے کھول دیں گے، اور انسان اپنی آنکھوں سے آخرت کی ہر چیز کو دیکھ لے گا، پھر پچھتائے گا کہ کاش میں نے دنیا میں نیک کام کرلیا ہوتا، اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیا چگ گئی کھیت، اب رونے کا کیا فائدہ یہ محنت تو پہلے کرنی چاہئے تھی، چنانچہ یہ فریاد کرے گا، اے اللہ مجھے واپس جانے دیجئے ایک موقع اور دیجئے، میں بہت نیک بن کر زندگی گزاروں گا، اللہ فرمائیں گے ہرگز نہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم موت کی تیاری کریں، اگر کوئی مرغی بلی کو آتے ہوئے دیکھے اور اپنی آنکھیں بند کرلے تو اس کی جان بلی سے بچتی نہیں ہے، اس کی آنکھیں تب کھلتی ہیں جب بلی آکر اس کا گلا دبوچ لیتی ہے۔

اسی طرح اگر ہم موت سے آنکھیں بند کرلیں گے تو ہم ملک الموت سے بچ نہیں سکتے، ہماری آنکھیں تب کھلیں گی جب ملک الموت آکر ہمارا گلا دبوچیں گے۔ پھر احساس ہوگا کہ ہم نے دنیا کے اندر تیاری کرلی ہوتی تو اس لئے ہمیں چاہئے کہ نیکی پر زندگی گذاریں، اور آج سے ہی اس پر محنت کرنی شروع کردیں، دنیا کے اندر عورتیں اپنی زندگی کے لئے بڑی تیاری کرتی ہیں، کئی کئی سال اس سوچ میں لگا دیتی ہیں کہ گھر ایسا ہو لاؤنج ایسا ہو اور ساری زندگی جو خواہشات ہوتی ہیں، دنیا میں بھی اسی طرح انسان آخرت کو سامنے رکھ کر آج سے نیکی کرنے شروع کردے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرے، اللہ کے احکام پر عمل کرے تو آخرت میں ان شاء اللہ کامیاب ہوجائے گا۔

ہندوستانی مسلمان اور سیاسی جماعتیں

پروفیسر اختر الواسع

آزادی کے بعد ہندوستان میں جس طرح مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، رفیع احمد قدوائی، مولانا حسرت موہانی، حافظ محمد ابراہیم، ڈاکٹر سید محمود، عابد علی جیسے قدآور لیڈروں کو جس طرح بھلایا گیا، وہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔ خود مسلمانوں نے بھی ان لوگوں کو اس طرح بھلایا کہ جیسے ان کا کوئی وجود اور خدمات ہی نہیں۔ وہ تو سیاسی ضرورتوں کا بھلا ہو کہ ہم بار بار بابا صاحب ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسے دلتوں کا دباؤ کہیے یا دوسری سیاسی ضرورتیں جس کی وجہ سے کانگریس سے بی جے پی تک کو بابا صاحب کی دہائی دینے کے لیے ہر طرح مجبور دیکھا جارہا ہے۔

معاملہ صرف بی جے پی کا ہی نہیں، کانگریس بھی اس سے مبرا نہیں کہ ہندوستان میں کسی ہوائی اڈے کو مولانا آزاد سے منسوب نہیں کیا۔ زراعت یا اس سے ملحق دوسرے غذائی اداروں میں سے کسی کو رفیع احمد قدوائی کا نام نہیں دیا گیا۔

آزادی کے بعد سے سید محمود اور عابد علی یا حافظ محمد ابراہیم میں سے کسی کا کیا ذکر کریں، مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی کانگریس کا صدر نہیں نامزد کیا گیا اور ایسا صرف کانگریس یا بی جے پی نے ہی نہیں کیا بلکہ آپ کسی بھی پارٹی کو ملک بھر میں دیکھ لیجیے، اس نے ہمارے ان مسلم رہنماؤں کو جنھوں نے آزادی کی جنگ میں سالار کارواں کا رول ادا کیا یا اس سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی، ان میں سے کسی کو اپنے یہاں سربراہی کا اعزاز نہیں بخشا۔ یہ امتیاز صرف اندرا گاندھی کو حاصل ہے کہ جن کے رہتے ہوئے برکت اللہ خاں راجستھان میں، عبدالرحمٰن انتولے مہاراشٹر میں، عبدالغفور بہار میں یا پھر کسی دیگر جماعت کی حمایت سے ایم او ایچ فاروق پانڈیچیری میں، علیم الدین منی پور میں، سی ایچ محمد کویا کیرالا میں اور بعد ازاں انورہ تیمور آسام میں وزرائے اعلیٰ کے منصبوں پر فائز ہوئے۔

1947 کے بعد اور اس سے پہلے بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے جس میں مسلمانوں کو جان بوجھ کر ہلاکتوں کا نشانہ بنایا گیا۔ انھیں دو تین چار دن کے اندر ہی فرقہ وارانہ سفاکی کے نتیجے میں علاقے کے علاقے خالی کرنے کے لیے مجبور کردیا گیا۔ پہلے فسادات اس لیے ہوئے کہ فرقہ وارانہ عناد نے فساد کے لیے مجبور کردیا۔ پھر تقسیم وطن کے نتیجے میں نئی سرحد کے پار سے جو پناہ گزیں آرہے تھے، ان کی بازآبادکاری کے لیے فساد ہوئے، جب یہ سلسلہ تھما اور مسلمانوں نے معاشی اعتبار سے مضبوط ہونا شروع کیا تو پھر ان کو معاشی اعتبار سے کمزور کرنے اور بے بس بنانے کے لیے فسادات ہوئے۔ اگر دیکھا جائے تو جبل پور، روڑکیلہ، کلکتہ، ممبئی، جمشید پور، جلگاؤں، بھیونڈی، احمد آباد، بڑودہ، علی گڑھ، مرادآباد، فیروزآباد، بنارس، مئوناتھ بھنجن وغیرہ شہروں کے نام نہیں رہے بلکہ ہمارے دلوں کے داغ بن گئے۔ فسادات کا ایک رخ ہم نے آسام اور بھاگلپور، میرٹھ اور ملیانہ میں بھی دیکھا جس میں صرف فرقہ پرست ہی عناد و فساد کے لیے ذمہ دار نہیں تھے بلکہ پولیس کے ایک بڑے افسر وبھوتی نارائن رائے کے الفاظ میں پولیس اور پی اے سی مسلمانوں کے قتل عام کے لیے ذمہ دار تھی۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ یہ سب کچھ کانگریس کے زمانہ اقتدار میں ہی ہوا اور کانگریس نے اس کے لیے بہ ظاہر الزام آر ایس ایس اور بھارتیہ جن سنگھ (بی جے پی کا پہلا اوتار) کو ضرور دیا لیکن ان کے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جس سے آئندہ ایسا کچھ نہ ہو پائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ پرستوں کے حوصلے اور عزائم بڑھتے گئے اور مسلمان پٹتے ہی رہے۔ حالت یہ ہوگئی کہ بقول شاعر:

کیوں ہوئے قتل ہم پر یہ الزام ہے ☆ قتل جس نے کیا ہے وہی مدعی
قاضیِ وقت نے فیصلہ دے دیا ☆ لاش کو نذر زنداں کیا جائے گا
اب عدالت میں یہ بحث چھڑنے کو ہے ☆ جو قاتل کو تھوڑی سی زحمت ہوئی
یہ جو خنجر میں ہلکا سا خم آ گیا ☆ اس کا تاوان کس سے لیا جائے گا؟

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے کانگریس کا انتخابی سیاست میں ساتھ دینا بند کردیا اور جس کے نتیجے میں کانگریس کہیں کی نہ رہی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سیاسی جماعتوں کے اس زوال نے آر ایس ایس اور اس کے سیاسی حلیفوں کو مضبوط بنادیا اور مرکزی حکومت ان کے قبضے میں آگئی اور یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جانی چاہیے کہ بابری مسجد میں مورتی کی تنصیب ہو، تالا لگانا اور بعد میں کئی برسوں بعد کھلوانا ہو اور الیکشن مہم کا آغاز ایودھیا سے کرنے کا معاملہ ہو یا پھر چھ دسمبر 1992 کو بابری مسجد کی شہادت سب کانگریس کے دور اقتدار میں دیکھنے کو ملے۔

یہ کم تکلیف دہ امر نہیں کہ 2014 سے جو کچھ بی جے پی کے اقتدار میں رہتے ہوئے ہوا، وہ اسی فرقہ پرستی وسفاکیت کی توسیع ہے۔ ماب لنچنگ ہو یا گؤکشی، بلڈوزر چلانے کی روش ہو یا مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کی دوسری کوششیں، اقبال کی سیکولر شاعری ہو یا فیض احمد فیض کی ظلم و جبر کے خلاف شاعری سب پر پابندی لگانا، اسی طرح ہر مسجد کے نیچے شیولنگ تلاش کرنا، ہر درگاہ، خانقاہ اور مزار کو الزام تراشی کے گھیرے میں لینا اور وہ سب کچھ جو موجودہ نسل نے نہیں کیا، اس کے لیے انہیں ذمہ دار قرار دینا، یہ سب روزانہ کسی نہ کسی روپ میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس میں سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ سرکار جو انصاف اور ایمان کی بات کرتی ہے، وہ ملک کے مسلمانوں، عیسائیوں اور دلتوں کے لیے الگ الگ معیار رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور تو گئوکشی کرکے گائے کا گوشت کھا سکتے ہیں، بعض ہندو اور جین پریوار گائے کے ذبیحے والے گوشت کو غیر ممالک میں درآمد کرسکتے ہیں لیکن اگر مسلمان ایسا نہ بھی کریں تو انہیں کسی نہ کسی بہانے اس کے لیے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے سزائیں دی جاتی ہیں۔ اب تو حالت یہ ہوگئی ہے کہ بعض نچلی عدالتوں اور انتہا یہ کہ ہائی کورٹ کے بعض جج تک مسلمانوں کے خلاف دریدہ دہنی اور انصاف سے ہٹ کر باتیں کرتے ہیں اور ان پر کوئی ایکشن نہیں ہوتا۔ مسلمان کیا پہنیں، کیا اوڑھیں، کیا کھائیں، کیا پئیں، کیا پڑھیں، کیا پڑھائیں، اس کا فیصلہ وہ خود نہیں کرسکتے بلکہ ان کے اردگرد بسنے والے لوگ کریں گے۔ وہ نماز کہاں ادا کریں اور کب ادا کریں، یہ فیصلہ بھی سرکار کے لوگ ہی کریں گے۔ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ملک کو کدھر لے جایا جارہا ہے۔ آج سوال صرف مسلمان کا نہیں ہے بلکہ اس بات کا ہے کہ یہ ملک دستور کے مطابق چلے گا یا اکثریت کی خواہشات کے تحت؟ دستور میں مسلمانوں کو مراعات دی گئی ہیں، دستور گزشتہ 77 سال سے مسلمانوں کو یکساں طور پر جینے کا حق دے رہا ہے، جو انہیں زندگی اور موت کی آزادی عطا کر رہا ہے، جو مدارس کو قائم کرنے اور چلانے کی اجازت دیتا ہے، جو مذہب کو ماننے، جاننے اور قبول کرنے کی بات کرتا ہے، اس کے خلاف کسی طرح دستور کو عمل درآمد کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

ہم یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے اس جنت نشان ملک کو نہ تو پاکستان بننے دیں گے اور نہ ہی بنگلہ دیش بلکہ ایک ایسا ملک رکھیں گے جہاں کسی کے ساتھ کسی قسم کا بھید بھاؤ نہ ہو۔ جہاں ظلم اور زیادتی نہ ہو۔ جہاں اقلیتوں کے ساتھ کسی طرح کی تفریق اور امتیاز نہ برتا جائے۔ ہم ہمیشہ کہتے رہے ہیں اور آج بھی ہمارا موقف یہی ہے کہ:

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ☆ ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی نالندوی

یمن میں ہوائی اڈے، بجلی گھروں، بندرگاہوں پر اسرائیلی حملے

اسرائیل نے پھر سے یمن میں متعدد مقامات پر فضائی حملے کیے، جن میں دارالحکومت صنعاء کا سروسز فراہم کرنے والا بین الاقوامی ہوائی اڈہ اور اس سے متصل الدیلمی ایئر بیس بھی شامل ہیں، حوثیوں کے زیر کنٹرول المسیرہ ٹی وی نے اطلاع دی ہے کہ صنعاء کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر اسرائیلی حملے میں تین افراد ہلاک اور گیارہ دیگر زخمی ہو گئے، اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت کے ڈائریکٹر جنرل ٹیڈروس گیبریئسس نے بتایا کہ ان حملوں کی وجہ سے اقوام متحدہ کے عملے کو وہاں سے نہیں نکالا جا سکا، جو وہاں قیدیوں کی رہائی کے لیے مذاکرات کرنے والے مشن کا حصہ تھا، انہوں نے اپنی ایک پوسٹ میں بتایا، "صنعاء میں جب ہم اپنی پرواز میں سوار ہونے والے تھے، تقریباً دو گھنٹے قبل، تبھی یہ ہوائی اڈہ فضائی بمباری کی زد میں آیا"، ان کا مزید کہنا تھا کہ اس حملے میں جہاز سے متعلق اقوام متحدہ کے عملے کا ایک رکن زخمی بھی ہوا، انہوں نے بتایا، "ہمیں اب یہاں سے جانے سے پہلے، ہوائی اڈے کو پہنچنے والے نقصان کی مرمت کا انتظار کرنا پڑے گا۔"(ڈی ڈبلیو)

آذربائیجان میں تمام سرکاری عمارتوں پر جھنڈے سرنگوں، قومی سوگ کا اعلان

گزشتہ روز آذربائیجان کے درالحکومت باکو سے اُڑان بھرنے والے طیارے ایمبریئر 190 کے گر کر تباہ ہوجانے او اس حادثے میں 38 افراد کی ہلاکت کے بعد جمعرات کو قومی یوم سوگ منایا جا رہا ہے، آذربائیجان میں تمام سرکاری عمارتوں پر جھنڈے سرنگوں کر دیے گئے جب کہ تھیٹرز اور کنسرٹ ہالز میں شیڈولڈ تمام ثقافتی تقریبات ملتوی کر دی گئیں، آذربائیجان ایئر لائنز کو پیش آنے والے اس حادثے میں بچ جانے والے 29 افراد میں سے چند شدید زخمی ہیں۔ حادثے کے وقت اس جہاز میں عملے کے پانچ ارکان سمیت 67 افراد سوار تھے، اس حادثے کی وجوہات کی ابھی تک تصدیق نہیں ہوسکی ہے جب کہ اس بارے میں اب تک متعدد مفروضات پیش سامنے آ چکے ہیں۔ (ڈی ڈبلیو)

'نئے شام میں سب کے لیے تحفظ اور انصاف کی ضمانت ہوگی'، عبوری وزیر خارجہ کا عزم

شام کے عبوری انتظامیہ کے نئے وزیر خارجہ اسد الشیبانی نے عہد کیا ہے کہ وہ عوام کی خدمت کریں گے اور معاشرے کے ہر طبقے کی نمائندگی کو اپنی ترجیح بنائیں گے، انہوں نے کہا کہ شام اپنی علاقائی اور بین الاقوامی حیثیت دوبارہ حاصل کرے گا، سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ایکس پر اپنے پیغامات میں الشیبانی نے واضح کیا کہ شہریوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ اور تمام نسلی اور سماجی گروہوں کی نمائندگی کو یقینی بنانا، نئے شام کا نصب العین ہوگا، انہوں نے کہا، ''نئے شام میں ہر کوئی اپنے آپ کو محفوظ اور مقامی محسوس کرے گا، ریاست کا مقصد ہے کہ پچھلے تنازعات کے نتیجے میں بے گھر ہونے والوں کو عزت، آزادی اور گھر واپسی کی ضمانت دی جائے، الشیبانی نے شامی عوام کی مشکلات پر روشنی ڈالی اور کہا، ''متاثرین کے لیے ہماری حقیقی خراج عقیدت یہ یقینی بنانا ہے کہ ایسے مظالم دوبارہ نہ ہوں اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔'' (قومی آواز)

جنوبی کوریا: کارگزار صدر ہان ڈک سو کے خلاف بھی تحریک مواخذہ پارلیمنٹ میں پاس

جنوبی کوریا کی پارلیمنٹ میں ایک بار پھر مؤاخذہ کی ایک تحریک کو منظوری مل گئی، پارلیمنٹ میں کارگزار صدر ہاک ڈک سو کے خلاف تحریک مؤاخذہ پاس ہوا ہے جو ملک میں پیدا فکر انگیز صورت حال کو مزید فکر انگیز بنانے والا ہے، سابق صدر یون سوک یول کی طرف سے لگائے گئے مارشل لاء کی حمایت کرنے اور یول کے خلاف جانچ کو منظوری نہ دینے پر اپوزیشن پارٹی نے پارلیمنٹ میں یہ قرارداد پاس کیا۔ (قومی آواز)

تعلیم و روزگار

دہلی ہائیر جوڈیشیل سروسز HJS کے 16 عہدوں کے لیے آن لائن درخواست دیں

دہلی ہائیر جوڈیشیل سروسز HJS 2024 میں 16 عہدوں پر بحالی کے لیے آن لائن درخواست مطلوب ہے، معلومات کے مطابق دہلی ہائی کورٹ، نئی دہلی نے دہلی ہائی کورٹ ہائر جوڈیشیل سروس امتحان 2024 کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، وہ امیدوار جو اس دہلی ہائی کورٹ HJS۔2024 امتحان میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ 27ردسمبر 2024 سے 10 جنوری 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل زمرے کے لئے 2000، SC / ST / PH زمرے کے لئے 500 روپئے ہے، فیس صرف ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، نیٹ بینکنگ موڈ کے ذریعے ادا کریں۔

ITBP ہیڈ کانسٹیبل اور کانسٹیبل موٹر مکینک کے 51 عہدوں کے لیے درخواست دیں

انڈو تبت بارڈر پولیس فورس-موٹر میکینک بحالی 2024 میں 51 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب ہے، وہ امیدوار جو ITBP موٹر مکینک بحالی 2024 میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ 24 ردسمبر 2024 سے 22 جنوری 2025 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل، او بی سی اور ای ڈبلیو ایس زمرے کے لئے 100، ایس سی، ایس ٹی اور تمام زمرہ کے خواتین کے لئے مفت ہے، فیس کی ادائیگی ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، نیٹ بینکنگ، ای چالان کے ذریعے ادا کریں۔

راجستھان RSSB نے جیل پرہاری کے 803 عہدوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں

راجستھان اسٹاف سلیکشن بورڈ RSSB نے جیل پرہاری بحالی 2025 کا تفصیلی اشتہار جاری کیا ہے، وہ امیدوار جو راجستھان RSMSSB کے ذریعہ منعقدہ جیل محکمہ پرہاری بحالی کے خواہش مند ہیں وہ 22رجنوری 2025 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، اس کی اہلیت، پوسٹ کی معلومات، انتخاب کا طریقہ کار، عمر کی حد، اسامی کی تفصیلات، اور دیگر تمام معلومات کے لیے https://rssb.rajasthan.gov.in پر جائیں، درخواست کی فیس جنرل/او بی سی زمرے کے لئے 600 سو روپئے، او بی سی این سی ایل کے لئے 400 روپئے، ایس سی/ایس ٹی کے لئے 400 روپئے ہے، یہ فیس ایک بار رجسٹریشن کے لیے ہے، اب ایک بار OTR فیس ادا کرنے کے بعد امیدوار کو بار بار درخواست کی فیس ادا نہیں کرنی پڑے گی، Emitra CSC سینٹر، ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، نیٹ بینکنگ کے ذریعے امتحان کی فیس ادا کریں۔

UPSSSC جونیئر اسسٹنٹ کے 2702 عہدوں کے لیے آن لائن درخواست دیں

UPSSSC نے جونیئر اسسٹنٹ کے 2702 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، وہ امیدوار جو UPSSSC 10+2 جونیئر اسسٹنٹ کی اسامی 2024 میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ 12 جنوری 2025 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، بحالی کی اہلیت، عہدے کی معلومات، انتخاب کا طریقہ کار، محکمہ وار اسامی، پے سکیل اور دیگر تمام معلومات کے لیے نوٹیفکیشن پڑھیں، مزید معلومات کے لئے اس لنک https://upsssc.gov.in/ پر جائیں، درخواست کی فیس جنرل/او بی سی/ای ڈبلیو ایس زمرے کے لئے 25 روپئے، SC / ST زمرے کے لئے 25، پی ایچ (معذور) کے لئے 25 روپئے ہے، اسٹیٹ بینک آف انڈیا ایس بی آئی کے ذریعے امتحانی فیس ادا کریں۔

حضرت مولانا محمد عثمان قاسمیؒ سادہ مزاج، شفیق، دیندار اور مقبول استاد تھے: حضرت امیر شریعت

ملک کے ممتاز دینی، علمی و تربیتی ادارہ جامعہ رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر کے نامور محدث اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد عثمان صاحب کا گذشتہ ۲۴ر دسمبر ۲۰۲۴ء کو پٹنہ میں دوران علاج انتقال ہوگیا، جنازہ امارت شرعیہ لایا گیا، بذریعہ ایمبولینس پہلے مونگیر اور پھر سہرسہ بھیجا گیا، امارت شرعیہ کی نمائندگی کے لیے مولانا شارق رحمانی اور مولانا طارق رحمانی جنازہ کے ساتھ گئے، جنازہ کو رخصت کرتے وقت امارت شرعیہ کے ذمہ داران اور جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب موجود تھے، ان کے وصال پر حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ و سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے گہرے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد عثمان قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی سادہ مزاج، شفیق، دیندار اور اپنے طلبہ میں مقبول ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے، ان کی شخصیت اخلاص وللہیت کا پیکر تھی، جن کی گفتگو سے حکمت جھلکتی تھی اور جن کا عزم و عمل ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں مصروف رہتا تھا، ان کی وفات سے جامعہ رحمانی نے ایک عظیم استاذ اور طلبہ نے ایک مخلص مربی کھودیا ہے، امیر شریعت دامت برکاتہم نے ان کے اہل خانہ، طلبہ اور شاگردوں سے تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، امارت شرعیہ کے مستقل قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اہل خانہ سے فون پر تعزیتی کلمات کہے، مولانا کے انتقال پر مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست ۲۵ر دسمبر کو عارضی قائم مقام ناظم جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی صدارت میں ہوئی مفتی صاحب نے اپنی تمہیدی گفتگو اور صدارتی بیان میں کہا کہ مولانا علاج کی غرض سے پٹنہ آئے تھے اور امارت شرعیہ میں ہی قیام تھا، شام کے وقت خود سے ڈاکٹر کے پاس گئے مگر اسی درمیان ان کی طبیعت بگڑ گئی اور وقت موعود آپہونچا، اس کے بعد مولانا کے جسد خاکی کو مونگیر لے جایا گیا جہاں پہلی نماز جنازہ ہوئی پھر دوسری نماز جناہ ان کے آبائی گاؤں ضلع سہرسہ میں ہوئی اور وہیں پر تدفین عمل میں آئی، مولانا کی عمر آدھار کارڈ کے مطابق ۶۳ رسال تھی ۲۰۱۳ء میں جامعہ رحمانی میں تقرر ہوا، آپ صلاحیت کے ساتھ صالحیت کے بڑے پیکر تھے، مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی صاحب مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ وہ نہایت منکسر المزاج، طلبہ پر شفیق اور نام ونمود سے دور رہتے تھے ان کا اٹھ جانا ایک علمی خسارہ ہے، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء نے کہا مولانا مفتی محمد عثمان صاحب کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا ان کی شخصیت ایک مثالی استاد کی تھی، جناب مولانا سہیل اختر قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء نے کہا کہ وہ بڑے مقبول استاد تھے، ان کا درس عمدہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہمارے بڑے نے انھیں جامعہ رحمانی جیسی عظیم درس گاہ میں تدریس کے لیے رکھا، جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ عالم کی موت دنیا کی موت ہے ادھر چند سال میں بڑے بڑے علماء رخصت ہوئے مولانا کی بڑی صفت 'تھادو تحابوا'' پر عمل تھا، مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے کہا کہ میں نے ان سے باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی؛ البتہ میری فراغت کے بعد ان کے شاگردوں سے جو احوال معلوم ہوئے وہ بہت نیک صفت تھے، مولانا ثاقب صاحب رحمانی نے کہا کہ میں نے حضرت سے ترمذی شریف پڑھی ہے، وہ بچوں کو ہنسا کھلا کر پڑھاتے اور وہ حکمت کے ساتھ تعلیم دیتے تھے، تعزیتی مجلس میں مولانا محمد ارشد رحمانی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد منہاج عالم ندوی، مفتی عقیل اختر قاسمی، مفتی انس جعفر قاسمی، مولانا عبد القدوس قاسمی، مولانا محفوظ اختر قاسمی، جناب مولانا مطیع الرحمٰن، مولانا بدر انیس قاسمی، جناب خبیب احمد، جناب حامد، اظہار صاحب وغیرہم موجود تھے، آخر میں شرکاء نشست نے مولانا مرحوم کیلئے اجتماعی طور پر مغفرت اور بلندی درجات کی دعاء فرمائی، اس تعزیتی نشست کا آغاز مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی صاحب منیجر نقیب کی تلاوت کلام اللہ اور مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی صاحب کی دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اگر وقف ترمیمی بل 2024 پاس ہوگیا تو اوقاف کی جائیدادوں پر ناجائز قبضے کو قانونی حیثیت مل جائے گی: حضرت امیر شریعت

پہلے ویبنار میں مونگیر کمشنری کے تحت بیگو سرائے، مونگیر، کھگڑیا، جموئی، لکھی سرائے اور شیخ پورہ کے علماء، ائمہ، ٹیچرس، وکلاء، پروفیسرز، ڈاکٹرز، صحافی، انجینئرز اور سماجی کارکنان کی شمولیت، مشارکین کا گھر گھر بیداری مہم چلانے عزم

مونگیر کمشنری کے تحت بیگو سرائے، مونگیر، کھگڑیا، جموئی، لکھی سرائے اور شیخ پورہ کے علماء، ائمہ، ٹیچرس، وکلاء، پروفیسرز، ڈاکٹرز، صحافی، انجینئرز اور سماجی کارکنان کی شمولیت سے "تحفظِ اوقاف" کے موضوع پر ایک اہم آن لائن ویبنار کا انعقاد ہوا، اس ویبنار کا مقصد وقف ترمیمی بل 2024 کے مضر اثرات سے عوام کو آگاہ کرنا، اس تحریک کو مزید مستحکم بنانا اور اوقاف کے تحفظ کی مہم کو گھر گھر تک پہنچانا تھا، ویبنار میں حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے وقف ترمیمی بل 2024 پر خصوصی تجزیہ پیش کیا، جس میں انہوں نے اس بل کے قانونی، آئینی اور شرعی پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے اسے مسلمانوں کے اوقاف پر ایک غیر منصفانہ حملہ قرار دیا، انہوں نے کہا کہ "وقف صرف جائداد کا معاملہ نہیں؛ بلکہ ایک دینی عبادت اور امانت ہے، جسے مسلمانوں نے اپنے اجتماعی و دینی مقاصد کے لیے قائم کیا ہے، یہ بل نہ صرف اوقاف کی آزادی کو سلب کرنے کی کوشش ہے ؛ بلکہ مسلمانوں کی سماجی و دینی خودمختاری کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے" انہوں نے بل میں شامل چند شقوں پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی، جو حکومت کو اوقاف کی جائیدادوں کی منتقلی، ان کی حیثیت کو بدلنے اور وقف کے نظام کو سرکاری کنٹرول میں لینے کے وسیع اختیارات فراہم کرتی ہیں، حضرت امیر شریعت نے واضح کیا کہ "یہ قانون اگر نافذ ہوگیا تو اوقاف کی جائیدادوں پر ناجائز قبضے کو قانونی حیثیت مل جائے گی، جو مسلمانوں کے اجتماعی و اقتصادی مفادات کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہوگا، یہ بل آئین کی روح، اقلیتوں کے حقوق اور ملک کے عدل و انصاف کی روایات کے بھی منافی ہے" انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس بل کے خلاف متحدہ طور پر آواز بلند کرتے رہیں اور اوقاف کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط تحریک کا حصہ بنیں، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اوقاف کا تحفظ نہ صرف ایک شرعی ذمہ داری ہے؛ بلکہ یہ مسلمانوں کی اجتماعی ترقی کے لیے بھی نہایت ہی ضروری ہے، ویبنار میں شرکاء نے نہ صرف حضرت امیر شریعت کے محاضرہ کو غور سے سنا؛ بلکہ اس بل کے مضر اثرات کے خلاف ایک منظم جدوجہد کی ضرورت پر اتفاق کیا، شرکاء نے اپنی تجاویز پیش کیں اور اوقاف کے تحفظ کے لیے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لانے کا عزم کیا، شرکاء نے تحفظ اوقاف کے اس آن لائن ویبنار کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کے تمام طبقات، خاص طور پر علماء، دانشوران، وکلاء اور سماجی کارکنان کو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے، یہ ویبنار نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور تحفظ اوقاف کی تحریک کو ایک نئی جہت دینے میں مؤثر ثابت ہوا، ویبنار کا آغاز جناب مولانا قیام الدین صاحب قاسمی کی تلاوت قرآن سے ہوا اور ان کے بعد مولوی محمد تنویر رحمانی متعلم جامعہ رحمانی مونگیر نے نعتیہ کلام پیش کیا جب کہ جامعہ رحمانی کے شعبۂ صحافت کے ایچ او ڈی جناب فضل رحماں رحمانی نے نہایت ہی منظم انداز میں نظامت کے فرائض انجام دیئے اور انہوں نے اپنی تمہیدی گفتگو میں ویبنار کی ضرورت اور وقف کے تحفظ پر مختصر مگر جامع گفتگو کی، جناب حافظ احتشام صاحب نے انتظام و انصرام کے کاموں کو بحسن و خوبی انجام دیا، دوسرے ویبنار کی تاریخ کا اعلان جلد کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ

نظام امارت شرعیہ مسلمانوں کی ایک ایمانی ضرورت: مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی

امارت شرعیہ کا نظام مسلمانوں کی ایک اہم ایمانی ضرورت ہے، یہ ان کے ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے، ایک ایسا ملک جس میں قوت حاکمہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں ہو ایسے دینی نظام کا قیام اور امیر شرعی کا انتخاب ان کی ایمانی ذمہ داری ہے، یہ آیت قرآنی یاأیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پر عمل کی تکمیل ہے، ایسے ہی نظام کے ذریعہ ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گذارنے کی راہ بنتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اس مذہبی نعمت کی قدر کریں اور اپنی خوش نصیبی سمجھیں کہ اس نظام کی برکت سے ایک جماعتی زندگی گذارنے کی توفیق ملی اور امیر شرعی کا سایہ میسر آیا، ورنہ اللہ کے رسول نے امیر شرعی سے محروم زندگی کو جاہلیت کی زندگی سے تعبیر کیا ہے اور امیر شرعی کا سایہ حاصل ہونے کے بعد ان کی اطاعت سے شذوذ وانحراف کو رب کی ناراضگی اور سزائے الٰہی کا سبب قرار دیا ہے، بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور بنگال کے مسلمانوں کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ انہیں امارت شرعیہ کا نظام میسر ہے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نے لوکہی ضلع مدھوبنی کی مرکزی جامع مسجد میں ایک بڑے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے اس موقع پر تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ معیاری اور اعلیٰ تعلیم سے ہی سماج اور ملک کی تصویر بدل سکتی ہے، یکہتہ دارالقضاء کے قاضی شریعت جناب مولانا رضوان قاسمی صاحب نے اپنی گفتگو میں ملک، صوبہ اور ضلع میں امارت شرعیہ کی خدمات اور حالیہ دنوں میں کئی اہم معاملے میں امارت شرعیہ کے ذریعہ نبھائے گئے مؤثر کردار کی جھلکیوں کو پیش کیا اور کہا کہ اس وقت مدھوبنی ضلع میں چھ مقامات پر دارالقضاء کا نظام جاری ہے، بسفی میں ہاسپٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور ہر مشکل گھڑی میں امارت شرعیہ آپ کے ساتھ کھڑی رہتی ہے، امارت شرعیہ کے معاون قاضی شریعت جناب مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب نے اسلام میں بیٹیوں کے مقام، اس کے حقوق اور اس کی عظمت ورحمت ہونے کے پہلو کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا اور کہا کہ بیٹا صرف نعمت ہے جب کہ بیٹی اللہ کی نعمت بھی ہے اور اس کی رحمت بھی، اس لئے ضروری ہے کہ بیٹیوں کو معاشرہ میں ان کا صحیح مقام دیا جائے اور اس کی عظمت واحترام کا پورا لحاظ رکھا جائے، دارالعلوم الاسلامیہ کے مؤقر استاد جناب مولانا آفتاب قاسمی صاحب نے نوجوانوں کے اندر دینی بیداری کی ضرورت اور معاشرہ میں اصلاحی کردار کے ساتھ آگے آنے کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ صرف نوجوانوں کا طبقہ ہی وہ مؤثر طبقہ ہے جس کی بیداری سے سماج میں صالح انقلاب آسکتا ہے۔ شعبۂ دعوت کے رفیق جناب مولانا عبداللہ جاوید ثاقبی صاحب نے نئی نسل کے ایمان کے تحفظ اور مکاتب کے نظام کو مستحکم بنانے کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ اس وقت حکومتی سطح پر جو نظام تعلیم تشکیل پایا ہے اس کی روشنی میں مکاتب کے نظام کو مؤثر بنانا مسلمانوں کے لئے سب سے ترجیحی کام بن گیا ہے، جناب مولانا سلطان صاحب معاون قاضی شریعت دارالقضاء یکہتہ نے حاضرین کو گناہوں سے بچنے اور نیکی کو اپنی پہچان بنانے کی دعوت دی، مولانا شعیب عالم قاسمی نے نظامت کی ذمہ داری نبھائی، جب کہ مولانا عبدالحق نے نظم وانتظام کو سنبھالا، واضح رہے کہ امارت شرعیہ کا ایک دعوتی وفد حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر ۲۲ر دسمبر سے ضلع مدھوبنی کے دورہ پر تھا، ہر جگہ وفد کا شاندار استقبال ہوا اور مسلمانوں نے اپنے اس نظام امارت سے والہانہ وابستگی کا اظہار کیا، یہ دورہ ۳۰ر دسمبر تک جاری رہا، یہ اجلاس ڈکہی دھرہارا، بھرپھوڑی، کسماہی، صوبہ ٹولہ اور کریونت وغیرہ میں منعقد ہوا، امارت شرعیہ کے اس دورہ کا مقصد معاشرہ میں دینی بیداری پیدا کرنا، سماج میں بڑھ رہی نشہ، جہیز، شادیات میں فضول خرچی جیسی خرابیوں کو دور کرنے کی طرف متوجہ کرنا، اور بنیادی دینی تعلیم کے عمل کو تحریک کی شکل دینا ہے۔

مسلمان اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسلامی تشخصات قائم کریں: مولانا احمد حسین قاسمی

تمام جن وبشر کا خالق و مالک ایک اللہ کی ذات ہے، سب کو اسی نے عدم سے وجود بخشا، ہماری رگوں میں دوڑنے والا خون اسی کے حکم سے جاری ہے، بارش، ہوا، پانی اور دیگر ضروریات زندگی اسی قادر مطلق کی مرہون منت ہے ہر حالت میں اس معبود برحق پر اپنا ایمان مکمل رکھیں اور مصائب میں استقامت کی راہ اپنائیں! یاد رکھیں ہر ذی روح کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے اور اچھے برے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہے، امارت شرعیہ کے خادمین اسلامی تعلیمات اور امارت شرعیہ کے پیغام کو لے کر حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت پر آپ کی آبادی میں حاضر ہیں، اس وفد کا مقصد مسلم معاشرہ کی اصلاح، نئی نسل میں دینی وعصری تعلیم کی ترغیب، ارتداد اور فتنہ شکیلیت سے تحفظ اور اتحاد امت کے پیغام کو گاؤں گاؤں عام کرنا ہے، مذکورہ باتیں قائد وفد حضرت مولانا احمد حسین صاحب قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے بانکا کے ہرنا اور ببورا میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہیں، موصوف نے امارت شرعیہ کی تاریخ اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کی خدمات ایک صدی پر محیط ہے، امارت شرعیہ بلاتفریق مذہب اور انسانیت کی بنیاد پر خدمات انجام دیتی ہے، ہمارے اکابر نے دین وایمان کے ساتھ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ہے، ظالمانہ قوانین کے خلاف تحریکیں چلائیں، اور وقت پڑنے پر مسلم پرسنل بورڈ کا قیام عمل میں لایا، اسی طرح تحفظ مسلمین کے بے شمار کاموں کے ساتھ اس نے پیمانے پر راحت رسانی کا کام اور بیواؤں اور یتیموں کے لئے وظیفہ کا نظام جاری کیا، دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون قاضی شریعت و استاذ دارالعلوم الاسلامیہ مفتی عبداللہ انس قاسمی صاحب نے اپنے اصلاحی اور علمی خطاب میں کہا کہ مسلمان اپنے دلوں کی اصلاح کرے اور اپنے اندر تقوی کی صفت پیدا کرے اسلام کے پانچ بنیادی ابواب ہیں؛ جن میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات شامل ہیں؛ جب تک ہم اپنے عقیدے، عبادت، معاملہ، رہن سہن اور اپنے رویے کو اسلامی سانچے میں نہیں ڈھالیں گے؛ ہم صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں ہیں، اسی طرح مفتی محمد یونس قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ مصباح العلوم اہرو چلنا بانکا نے کہا کے قومیں تعلیم سے ترقی کرتیں ہیں، بصورت دیگر وہ زوال پذیر ہوجاتی ہیں، دینی تعلیم ہر موڑ پر انسانوں کو سرخروئی بخشتی ہے، دنیاوی تعلیم حاصل کیجئے اور خوب حاصل کیجئے، عصری علوم میں مہارت اور بلند مناصب ہماری تاریخ کا حصہ ہیں؛ مگر ہاں یہ اسی وقت سودمند اور ذریعۂ نجات ثابت ہوسکتی ہیں جب ان کے ساتھ اسلامی روح شامل ہوگی۔ مفتی نعمت اللہ عباس قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ بھاگل پور نے مسلمانوں کے معاشرتی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تین طلاق دینا سخت گناہ ہے؛ مگر واقع ہوجاتی ہے، اللہ نہ کرے ایسا ہو کہ میاں بیوی کی محبت نفرت میں تبدیل ہوجائے، آپسی معاملات غیظ وغضب کی شکل اختیار کرلیں تو جلدی بازی مت کیجئے، دارالقضاء امارت شرعیہ کا رخ کیجئے، وہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں آسان اور جلد انصاف ملے گا، مختلف پروگراموں میں جناب مولانا مفتی اقبال قاسمی بانی ومہتمم مدرسہ محمود العلوم کرہریا نے بھی شرکت کی اور اپنے خطاب سے سامعین کو استفادے کا موقع دیا، تمام پروگراموں کے منتظم اور مرتب جناب مولانا محمد ارشاد رحمانی اور مولانا محمد نوشاد عالم قاسمی صاحبان نے اس موقع پر لوگوں کو اتحاد واتفاق کی تلقین کی، باشندگان ہرنا، ربی ڈیہہ، کورماہاٹ اور ببورا نے علماء امارت شرعیہ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور امارت شرعیہ زندہ باد کے نعرے لگائے، واضح رہے کہ مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ہدایت پر ۲۲/ دسمبر سے ضلع بانکا میں اصلاحی وفد کے دینی پروگرام کا آغاز ہوا اور ۱۳/ دسمبر تک یہ سلسلہ اس خطے کے مختلف بلاک کی مسلم آبادیوں میں جاری رہا، امارت شرعیہ کے دعوتی واصلاح دورۂ وفد سے اس پورے علاقے میں مسلمانوں کے اندر خوشی کی لہر رہی، امارت شرعیہ کے اس وفد نے اپنے تمام تر اجلاس میں اتحاد امت، اصلاح معاشرہ، دینی بنیادی تعلیم، اعلی عصری تعلیم، انسانی حقوق، مذہبی رواداری اور موجودہ وقت میں مسلمانوں کی اہم ذمہ داریاں اور عصر حاضر میں مسلمانوں کی ترجیحات جیسے حساس موضوعات پر مسلمانوں سے خطاب کیا، اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کرنے کے ضروری کاموں سے متعلق اس علاقے کے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، الحمدللہ تمام آبادیوں میں بڑی تعداد میں مسلمانوں نے امارت شرعیہ کے اس مؤقر وفد کا استقبال کیا اور کثیر تعداد میں اجلاس میں شرکت فرمائی، رب کریم اس وفد کے دعوتی اثرات کو اس پورے علاقے میں ظاہر فرمائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

عدلیہ سے سیاست تک: ناانصافی اور بقا کی جنگ

سید واصف اقبال گیلانی

ہندوستان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت نہ صرف ایک سیاسی مسئلہ ہے بلکہ اس کے گہرے سماجی اور قانونی پہلو بھی ہیں، جو ملک کے بقا پر سوالیہ نشان کھڑے کرتے ہیں۔ تاریخی طور پر مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی حکمرانی کے ذریعے ثقافت، علم اور تعمیرات میں بے مثال کردار ادا کیا۔ آزادی کے بعد آئین نے اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی، لیکن عملی میدان میں مسلمانوں کو مسلسل مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ بابری مسجد کیس کا فیصلہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ کیسے عدالتی نظام اقلیتوں کے لیے غیر منصفانہ ہو سکتا ہے۔ جسٹس آر ایف ناریمن جیسے سابق جج نے اس فیصلے کو ''انصاف کا مذاق'' قرار دیا اور اس پر تنقید کی کہ مسلمانوں کے حق میں شواہد ہونے کے باوجود زمین ہندو فریق کو دی گئی۔ اس کے علاوہ، مسجد کی جگہ دوسری جگہ زمین دینے کو بھی ایک غیر متوازن حل قرار دیا گیا، جو مسلمانوں کے جذبات اور ان کے آئینی حقوق کے ساتھ ناانصافی ہے۔ یہ معاملہ صرف ایک عدالتی فیصلے تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے نتیجے میں ملک بھر میں مذہبی تنازعات نے جنم لیا۔ آر ایس ایس اور بی جے پی کی پالیسیاں، جن میں اقلیتوں کو خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، نے حالات کو مزید خراب کیا ہے۔ لنچنگ، طلبہ پر تشدد، مسلم خواتین کو ہراساں کرنا اور مساجد کی بے حرمتی جیسے واقعات نہ صرف مسلمانوں کی حالت زار کو واضح کرتے ہیں بلکہ ہندوستان کی فرقہ وارانہ سیاست کی سنگینی کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ جج شیکھر یادو کا ایک اجلاس میں دیا گیا بیان عدلیہ کی غیر جانبداری پر سنگین سوالات اٹھاتا ہے۔ ان کے متنازعہ ریمارکس، جن میں مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کی گئی، واضح کرتے ہیں کہ عدالتی نظام میں تعصب کتنا گہرا ہے۔ جج کے اس بیان نے عدلیہ کی غیر جانبداری اور سیکولرزم کے اصولوں کو متاثر کیا ہے، جو کہ ہندوستانی آئین کا بنیادی حصہ ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب ملک کو انصاف اور مساوات کی ضرورت ہے، ایسے بیانات نہ صرف مسلمانوں کے حقوق کو متاثر کرتے ہیں بلکہ فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں۔ یہ رویہ عدلیہ میں موجود ان مسائل کی عکاسی کرتا ہے جو اقلیتوں کے اعتماد کو کمزور کرتے ہیں اور انصاف کے نظام کو مشکوک بناتے ہیں۔ سنبھل مسجد کے واقعے نے نہ صرف پولیس فورس کی بے رحمی کو بے نقاب کیا بلکہ یہ بھی ظاہر کیا کہ کس طرح مسلمانوں کے خلاف تعصب ہر ادارے میں سرایت کر چکا ہے۔ اس واقعے میں پولیس نے مسجد میں داخل ہو کر نہ صرف عبادت گاہ کی بے حرمتی کی بلکہ مسلمانوں کو بے دردی سے تشدد کا نشانہ بنایا، جس سے یہ واضح ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک اب نظام کا حصہ بن چکا ہے۔

یہ رویہ صرف قانون نافذ کرنے والے اداروں تک محدود نہیں بلکہ عدلیہ، تعلیمی اداروں، میڈیا، اور دیگر اہم شعبوں میں بھی مسلم مخالف تعصب کی جھلک نظر آتی ہے۔ پولیس کے اس قسم کے اقدامات نہ صرف آئینی حقوق کی خلاف ورزی ہیں بلکہ یہ مذہبی آزادی پر براہِ راست حملہ ہیں۔ مسلمانوں کو مجرم کے طور پر پیش کرنا اور ان کے خلاف طاقت کا استعمال ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے، جس کا مقصد انہیں خوفزدہ کرنا اور ان کے بنیادی حقوق کو دبانا ہے۔ سنبھل مسجد کا واقعہ اس بات کی علامت ہے کہ مسلمانوں کو اب اپنے حقوق اور وقار کے تحفظ کیلئے متحد ہو کر مضبوط حکمت عملی اپنانا ہوگی، ورنہ یہ ظلم اور جبر کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اتر پردیش میں ایک تاریخی مسجد کو انہی حالات میں مسمار کیا گیا جب کیس ابھی نچلی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ یہ کارروائی ایک سڑک کی توسیع کے منصوبے کے تحت کی گئی، جس کا مقصد مسجد کو مکمل طور پر مسمار کرنا تھا۔ یہ عمل نہ صرف عدلیہ کی موجودہ کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے، بلکہ مسلمانوں کے مذہبی حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے حوالے سے بھی سنگین تشویش کا باعث بن چکا ہے۔ مسجد کو مسمار کرنے کا یہ واقعہ ایک اور گہرے مسئلے کو اجاگر کرتا ہے، جہاں حکومتی منصوبے اور عدلیہ کے فیصلوں کا اثر مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر پڑ رہا ہے۔ جب کیس ابھی عدالت میں چل رہا تھا اور مسجد کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ ہونا باقی تھا، تو اس طرح کا غیر قانونی عمل اور جابرانہ قدم ایک تشویش ناک علامت ہے کہ کس طرح مذہبی اقلیتوں کو جان بوجھ کر ان کے حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس واقعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمان صرف سڑکوں پر ہی نہیں بلکہ عدالتوں اور اپنے عبادت خانوں میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ حکومت اور دیگر متعلقہ اداروں کو اس طرح کے اقدام سے باز آنا ہوگا اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے مؤثر اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ مستقبل میں ایسی صورتحال سے بچا جا سکے۔ ایسے میں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قانونی، سماجی، اور سیاسی سطح پر اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے منظم ہوں، تاکہ ان کے وجود اور ان کی شناخت کو محفوظ رکھا جا سکے۔ مسلمانوں کی ہندوستانی تاریخ ایک عظیم تہذیبی اور سیاسی ورثے کی حامل ہے، جس نے صدیوں تک برصغیر کو نہ صرف حکومت بلکہ علم و فن کی روشنی سے بھی منور کیا۔ مغل سلطنت کے عروج کے دوران ہندوستان دنیا کا ایک عظیم علمی و ثقافتی مرکز بن گیا تھا، جہاں معاشی خوشحالی، تعمیراتی شاہکار، اور علمی ترقی نے ایک سنہری دور کی بنیاد رکھی۔ تاج محل، قطب مینار، لال قلعہ، اور فتح پور سیکری جیسی یادگاریں نہ صرف فن تعمیر کا شاہکار ہیں بلکہ ان کے ذریعے تہذیب و تمدن کے اعلیٰ معیار کا اظہار ہوتا ہے۔ علم و ادب کے میدان میں مسلمانوں نے نہایت قابل قدر کام کیا، جس میں فارسی اور اردو زبانوں کو فروغ ملا اور ہندوستانی ثقافت کو گہرائی ملی۔ مسلمانوں نے نہ صرف علمی ادارے قائم کیے بلکہ زراعت، تجارت، اور صنعت و حرفت میں بھی اہم خدمات انجام دیں، جس سے برصغیر عالمی معیشت کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ آزادی کے بعد، اگرچہ مسلمانوں کو آئین کے تحت مساوی حقوق دیے گئے، لیکن عملی طور پر ان کی حالت زار مختلف رہی۔ سیاسی اقتدار سے محرومی، تعلیمی اور معاشی پسماندگی، اور سماجی تفریق نے مسلمانوں کو ایک کمزور طبقے میں تبدیل کر دیا۔ سیاسی جماعتوں نے انہیں صرف ووٹ بینک کی حد تک محدود رکھا اور ان کی ترقی کے لیے مؤثر اقدامات نہیں کیے گئے۔ آر ایس ایس اور بی جے پی جیسی تنظیموں کی فرقہ وارانہ سیاست نے مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بیانیہ پروان چڑھایا۔ لنچنگ، مساجد کی بے حرمتی اور تعلیمی اداروں میں امتیازی سلوک نے مسلمانوں کے سماجی حالات کو مزید خراب کر دیا۔ ان کے خلاف یہ اقدامات نہ صرف انفرادی نقصان کا باعث بنے بلکہ ہندوستان کی جمہوری شناخت اور سیکولر اصولوں کو بھی نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں کی تاریخ سے سبق لیتے ہوئے ان کی شناخت، حقوق، اور مساوات کے لیے مؤثر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یہ تاریخی شعور مسلمانوں کو موجودہ حالات میں مضبوط بننے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک متحدہ پلیٹ فارم فراہم کر سکتا ہے۔

بابری مسجد کیس ہندوستان کی عدلیہ، سیاست، اور سماجی ہم آہنگی کے لیے ایک تاریخی موڑ تھا، جس نے ملک کے سیکولر اور جمہوری ڈھانچے کو چیلنج کیا۔ 2019 میں سنایا گیا سپریم کورٹ کا فیصلہ، جس میں زمین ہندو فریق کو دی گئی، نہ صرف مسلمانوں کے لیے مایوس کن ثابت ہوا بلکہ ہندوستان کے عدالتی نظام پر بھی سوالات اٹھائے گئے۔ فیصلے میں واضح طور پر تسلیم کیا گیا کہ 1992 میں بابری مسجد کی شہادت غیر قانونی اور مجرمانہ عمل تھا۔ اس کے باوجود زمین کا فیصلہ ہندو فریق کے حق میں کیا گیا، حالانکہ مسلمانوں کے پاس مضبوط شواہد موجود تھے۔ سابق جج جسٹس آر ایف ناریمن نے اس فیصلے پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے ''انصاف کا مذاق'' قرار دیا اور کہا کہ یہ فیصلہ ہندوستان کے سیکولرزم کے اصولوں کے خلاف تھا۔ ان کے مطابق، متبادل زمین کی پیشکش ایک ناکافی اور غیر منصفانہ حل تھا، جو مسلمانوں کے آئینی حقوق کے تحفظ میں ناکام رہا۔ بابری مسجد کیس کا فیصلہ ہندوستانی آئین کے بنیادی سیکولر اصولوں کے منافی نظر آتا ہے۔ آئین کی دفعہ 14 تمام شہریوں کو مساوی حقوق اور انصاف کی ضمانت دیتی ہے، جبکہ دفعہ 25 مذہبی آزادی کو یقینی بناتی ہے۔ اس کیس میں مسلمانوں کو ان کے آئینی حقوق سے محروم رکھا گیا، جو ایک اقلیتی طبقے کے لیے خطرناک نظیر قائم کرتا ہے۔ ''مقامات عبادت ایکٹ 1991'' کے تحت مذہبی مقامات کی 1947 کی حالت کو برقرار رکھنے کا عہد کیا گیا تھا، تاکہ اس قسم کے تنازعات کو روکا جا سکے۔ تاہم، اس ایکٹ کا بابری مسجد کیس میں مؤثر نفاذ نہ ہونا ایک اہم سوالیہ نشان ہے۔ اگر اس ایکٹ کو مضبوطی سے نافذ کیا جاتا تو شاید اس نوعیت کے تنازعات پیدا نہ ہوتے۔

بابری مسجد کیس کا فیصلہ ہندوستان کی سماجی ساخت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس فیصلے نے فرقہ واریت کو ہوا دی اور ہندو مسلم تنازعات کو مزید تقویت دی۔ فیصلے کے بعد کئی دیگر مذہبی مقامات کو نشانہ بنایا گیا، جس نے اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھایا۔ یہ رجحان نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوستان کی مجموعی سماجی ہم آہنگی کے لیے خطرناک ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس فیصلے نے عدلیہ کے غیر جانبدار ہونے پر عوامی اعتماد کو کمزور کیا۔ جب عدالتوں سے انصاف کی توقع کی جاتی ہے، ایسے فیصلے اقلیتوں کو یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ کیا عدالتی نظام ان کے حقوق کے تحفظ میں ناکام ہو چکا ہے۔ بابری مسجد کیس اور اس سے جڑے تنازعات نے بی جے پی اور آر ایس ایس جیسی تنظیموں کے ایجنڈے کو تقویت دی۔ یہ تنظیمیں ہندوتو کے نظریے کو فروغ دیتی ہیں اور اقلیتوں، خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بناتی ہیں۔ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر بی جے پی کے سیاسی بیانیے کا ایک اہم حصہ رہی ہے، جس نے انتخابات میں ان کے ووٹ بینک کو مضبوط کیا۔ یہ سیاسی حکمت عملی نہ صرف مسلمانوں کے خلاف نفرت کو فروغ دیتی ہے بلکہ ہندوستان کی جمہوری اور سیکولر بنیادوں کو بھی کمزور کرتی ہے۔ یہ اقلیتوں کو مزید پسماندگی کی طرف دھکیلتی ہے اور سماجی عدم مساوات کو بڑھاتی ہے۔ بابری مسجد کیس اور اس سے جڑے مسائل ہندوستان کے لیے ایک اہم سبق ہیں۔ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا فروغ، اور عدلیہ کی غیر جانبداری کو یقینی بنانا ملک کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ ''مقامات عبادت ایکٹ 1991'' کا سخت نفاذ ضروری ہے تاکہ اس قسم کے تنازعات دوبارہ نہ پیدا ہوں۔ عدلیہ کو اپنے فیصلوں میں آئینی اصولوں اور اقلیتوں کے حقوق کو مقدم رکھنا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ تعلیم، معیشت، اور سماجی شعور کے میدان میں ترقی کریں تاکہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے زیادہ مؤثر طریقے سے آواز اٹھا سکیں۔ ان کی تاریخ اور ثقافت ان کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے، جس کی روشنی میں وہ اپنے موجودہ مسائل کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بابری مسجد کیس کا فیصلہ ایک تاریخی واقعہ ہے، جس نے ہندوستان کے جمہوری ڈھانچے اور سماجی ہم آہنگی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس کیس سے سبق سیکھتے ہوئے تمام فریقین کو ایک ایسے ہندوستان کی تعمیر کی طرف قدم بڑھانا ہوگا جہاں تمام مذاہب کے پیروکار مساوی حقوق اور احترام کے ساتھ رہ سکیں۔

آر ایس ایس اور بی جے پی کی سیاست نے ہندوستان میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتی طبقوں کے لیے گہرے چیلنجز پیدا کیے ہیں۔ ان جماعتوں کی پالیسیوں اور بیانیے نے نہ صرف سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ ملک میں فرقہ وارانہ نفرت اور تقسیم کو بڑھایا ہے۔ ان تنظیموں کے لیے ہندوتو کے نظریے کو پروان چڑھانا ایک اہم مقصد رہا ہے، اور اسی راستے پر چلتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو متعدد مواقع پر نشانہ بنایا ہے، جن میں گائے کے گوشت پر پابندی، مسلمانوں کے خلاف تشدد اور ان کی مذہبی مقامات کی بے حرمتی جیسے واقعات شامل ہیں۔ آر ایس ایس اور بی جے پی کی سیاست نے مسلمانوں کو ایک ''دوسری جماعت'' کے طور پر پیش کیا ہے، جس سے ان کے ساتھ امتیازی سلوک اور نفرت انگیز رویے کو فروغ مل رہا ہے۔ ان جماعتوں نے مختلف مواقع پر مسلمان لڑکیوں کو نشانہ بنایا ہے، خاص طور پر جب انہیں ہندو لڑکوں کے ساتھ تعلقات بنانے یا شادی کرنے کے لیے دھمکایا گیا۔ یہ پالیسیاں اور رویے مسلمانوں میں خوف اور عدم تحفظ کے احساسات کو بڑھاتے ہیں اور ان کی معاشرتی حیثیت کو مزید کمزور کرتے ہیں۔

ہندوستان میں تعلیمی اداروں میں بھی مسلم طلبہ کے خلاف امتیازی سلوک اور تشدد کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر یونیورسٹیوں اور اسکولوں میں، جہاں مسلم طلبہ کو ہراساں کیا جاتا ہے یا انہیں تعلیمی سرگرمیوں سے الگ تھلگ کر دیا جاتا ہے۔ یہ تشویش کی بات ہے کہ تعلیم کا میدان، جو اقلیتی طبقے کے لیے ترقی کے دروازے کھولتا ہے، اب ان کے لیے ایک اور میدان جنگ بن چکا ہے۔ طالب علموں کو مختلف فورمز پر اس لیے نشانہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے مذہب یا ثقافت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر، کشمیر میں ہونے والے مظاہروں میں مسلم طلبہ کو بے دردی سے مارا گیا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعہ بھی فرقہ وارانہ سیاست کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح مسلم خواتین بھی اس فرقہ وارانہ تشدد کا نشانہ بن رہی ہیں۔ نہ صرف ان کے ساتھ جسمانی تشدد کیا جا رہا ہے بلکہ ان کے خلاف نفرت انگیز بیانات بھی دیے جا رہے ہیں۔ کچھ مسلم لڑکیاں، جنہیں مختلف مواقع پر نشانہ بنایا گیا، ان کے بارے میں یہ افواہیں پھیلائی جاتی ہیں کہ وہ ہندو لڑکوں کے ساتھ تعلقات میں ہیں یا انہوں نے ہندو مذہب اختیار کر لیا ہے۔ ایسی گمراہ کن اور دھوکہ دہی پر مبنی اطلاعات مسلم خواتین کی زندگی کو مزید پیچیدہ اور مشکل بناتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلم خواتین کو معاشرتی اور مذہبی لحاظ سے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ووٹوں کی چوری اور سینہ زوری

رویش کمار

آج کل ملک میں اپوزیشن جماعتیں الیکٹرانک ووٹنگ مشین کے ذریعہ رائے دہی کروانے کی مخالفت کر رہی ہیں، ان کا الزام ہے کہ ہریانہ اور مہاراشٹرا میں الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں میں ہیرا پھیری کرتے ہوئے اپوزیشن کے ووٹ چرائے گئے ہیں۔ اپوزیشن، عوام اور جمہوریت کے ساتھ دھوکہ کیا گیا۔ ان حالات میں اپوزیشن اور خود عوام کا بھی مطالبہ ہے کہ الیکٹرانک ووٹنگ مشین کی بجائے بیالٹ پیپر کے ذریعہ رائے دہی کرائی جائے۔ ایک طرف اپوزیشن الیکٹرانک ووٹنگ مشین پر سوالیہ نشان اٹھا رہی ہے تو دوسری طرف الیکشن کمیشن آف انڈیا اور بی جے پی پُر زور بلکہ پر شور انداز میں الیکٹرانک ووٹنگ مشین کی مدافعت کرنے میں لگے ہیں۔ وہ یہ ماننے سے انکار کر رہے ہیں کہ ای وی ایم میں گڑبڑ کی جاسکتی ہے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ای وی ایم میں گڑبڑ نہیں کی جاسکتی ہے تو پھر حکومت بیالٹ پیپر کے ذریعہ رائے دہی کروانے سے کیوں گھبرا رہی ہے۔ اسے آخر کس بات کا ڈر ہے؟ بہر حال ہم مہاراشٹرا لئے چلتے ہیں جہاں کے ایک گاؤں میں بیالٹ پیپر کے ذریعہ رائے دہی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ مہاراشٹرا کے شولاپور کے ایک گاؤں مارکڈواڑی میں اعلان کیا کہ 3 ڈسمبر کو بیالٹ پیپر کے ذریعہ گاؤں میں رائے دہی ہوگی۔ 1982 میں کیرالا میں ضمنی انتخابات میں ای وی ایم کا استعمال شروع ہوا اور اس کے بعد 2004 سے اس کا مسلسل استعمال ہونے لگا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہندوستان میں لوک سبھا کے 9 انتخابات بیالٹ پیپر کے ذریعہ ہی ہوئے ہیں۔ مارکڈواڑی گاؤں کے لوگوں نے بیالٹ پیپر سے رائے دہی کی تیاری پوری کرلی تھی۔ بیالٹ باکس بھی بنالیا تھا۔ بیالٹ پیپر بھی تیار تھے۔ بڑی تعداد میں لوگ یہاں آکر بیٹھ بھی گئے۔ تحصیلدار نے ووٹنگ کی اجازت نہیں دی تھی، پھر بھی گاؤں والوں نے اپنی طرف سے تیاری کرلی۔ ووٹنگ کئے جانے کی اپیل کیلئے پوسٹرس بھی لگائے گئے۔ گاؤں والوں سے کہا گیا کہ ووٹنگ میں حصہ لیں، انہیں شبہ ہے کہ ان کے گاؤں کے 1900 ووٹ میں سے بی جے پی کے امیدوار کو 1000 سے زائد ووٹ کیسے مل گئے؟ رائے دہی کو روکنے کیلئے یہاں بڑی تعداد میں پولیس والوں کی تعیناتی کردی گئی تھی۔ گاؤں میں 5 ڈسمبر تک کرفیو نافذ کردیا گیا تھا۔ ٹھیک ہے قانونی رکاوٹ نہیں تھی لیکن یہ Mock چناؤ ہوسکتا تھا۔ الیکشن کمیشن بھی ٹریننگ کیلئے Mock ڈریل کرواتا ہے، ایک چھوٹے سے گاؤں کا Mock ووٹ دنیا کے سب سے بڑے جمہوریت کے الیکشن کمیشن کیلئے اتنا بڑا خطرہ بن گیا۔ آخر کتنی ہی تنظیمیں اور ادارے ہیں جو انتخابات کرواتی ہیں اور اپنی سطح پر رائے دہی کروالیتی ہیں۔ انتظامیہ کے انکار کے بعد مارکڈواڑی گاؤں میں بیالٹ پیپر سے رائے دہی تو نہیں ہوئی لیکن شولاپور ضلع کے مال شیراز حلقہ اسمبلی میں یہ گاؤں شامل ہے، یہاں سے بی جے پی کا امیدوار 13000 سے ووٹوں سے ہار گیا تھا۔ جیتنے کے بعد این سی پی شرد پوار کے رکن اسمبلی اتم راؤ جانکر نے بیالٹ پیپر سے رائے دہی کی تائید وحمایت کی۔ ان کا ماننا ہے کہ انہیں اس گاؤں کے نتیجہ پر بھروسہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس گاؤں میں انہیں اکثریت نہیں ملی جبکہ پچھلے کئی انتخابات میں انہیں یہاں سے اکثریت ملتی رہی ہے۔ این سی پی شرد پوار اتم راؤ جانکر دھنگر سماج سے آتے ہیں اور بی جے پی کا امیدوار دوسری ذات کا بتایا جارہا ہے، اس گاؤں میں دھنگر سماج کے ووٹروں کی تعداد زیادہ مانی جاتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس ذات کے امیدوار کو ہی ووٹ مل جائے۔ دوسری پارٹی کے یا ذات کے امیدوار کو نہ ملے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ گزشتہ انتخابات میں جتنے ووٹ ملے، اتنے ہی ووٹ اگلے انتخابات میں بھی مل جائیں۔ ان باتوں کو بھی ذہن میں رکھتے چلئے، اس کے بعد بھی گاؤں کے لوگوں کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ بی جے پی کے امیدوار کو زیادہ ووٹ مل گئے ہیں، اس لئے گاؤں کے لوگ بیالٹ پیپر سے پھر سے رائے دہی کرنا چاہتے تھے۔ گاؤں کے کئی لوگوں نے بیالٹ پیپرس سے رائے دہی کی مخالفت بھی کی ہے۔ مارکڈواڑی گاؤں میں بیالٹ پیپر سے چناؤ کی تیاری کی وجہ نے مہاراشٹرا بھر میں نتائج کو لے کر پائے جانے والے شکوک وشبہات کو مزید تقویت دی ہے۔ شولاپور ضلع کا یہ واقعہ ان تمام سوالوں کا نمائندہ بن گیا ہے جن کے جواب لوگوں کو ٹھوس شکل میں نہیں مل رہے ہیں۔ مہاراشٹرا اسمبلی انتخابات کے نتائج کو لے کر صرف اپوزیشن جماعتوں نے شکوک وشبہات ظاہر نہیں کئے، بلکہ عام لوگوں میں بھی نتائج کو لے کر طرح طرح کے سوال ہیں اور ان ہی عمل سے جڑے لوگوں میں بھی یہ سوال گردش کر رہے ہیں۔ انتخابی اعداد وشمار کو سمجھنے والوں نے بھی نتائج کو سمجھ سے بالاتر اور مشکوک مانا ہے۔ انہیں یہ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ کیسے کیا ہوا۔ مارکڈواڑی گاؤں کے لوگوں نے بیالٹ پیپر سے اپنے نتائج کو جانچنے کا اعلان کر کے ایک راستہ دکھایا ہے کہ اگر انہیں سوالوں کے جواب نہیں ملیں گے تو ایک راستہ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ نتائج کو لے کر پہلی بار شکوک وشبہات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ کئی انتخابات میں کچھ سوالات تو اٹھے ہیں لیکن مہاراشٹرا اسمبلی انتخابات کے نتائج کے بعد یقیناً ان شبہات اور سوالات نے سنگین رخ اختیار کرلیا ہے۔ شولاپور کے مارکڈواڑی کے لوگوں نے ان سوالات کو پھر سے سطح پر لا دیا ہے، جنہیں شکست کی صورت میں رونا دھونا مان کر خارج کردیا جارہا تھا، مارکٹ واڑی گاؤں سے بہت پہلے اسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمس نے سپریم کورٹ میں درخواست داخل کی تھی کہ بیالٹ پیپر کے ذریعہ ووٹنگ کرائی جائے اور 100 فیصد وی پیاٹ کی گنتی کی جائے لیکن اسی سال اپریل میں جسٹس سنجیو کھنہ اور جسٹس دیپانکر دتہ کی بنچ نے موجودہ پروٹوکول کا حوالہ دیتے ہوئے اس درخواست کو خارج کردیا۔ کانگریس صدر ملک ارجن کھرگے نے بھی یوم دستور پر بھی دہلی میں بیالٹ پیپر سے رائے دہی کروانے کا مطالبہ کردیا۔ انہوں نے پرزور انداز میں کہا کہ ہم کو ای وی ایم اور پی وی ایم کچھ نہیں چاہئے ہمیں صرف بیالٹ پیپر کے ذریعہ ووٹ چاہئے۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مہاراشٹرا اسمبلی انتخابات کو لے کر شبہات صرف ای وی ایم کو لے کر نہیں ہیں، کئی طرح کے شکوک وشبہات ہے لیکن تمام شبہات کو مشین کے نام پر خارج کردیا جارہا ہے۔ کیا آپ بھول گئے کہ اسی سال فروری میں الیکٹورل بانڈ کو سپریم کورٹ نے غیر قانونی مانا تھا، یہ اپنے آپ میں ایک فراڈ تھا جو کئی انتخابات سے چلا آرہا تھا۔ الیکٹورل بانڈ ایک نیا طریقہ تھا چناؤ میں فراڈ کرنے کا جو 2014 کے بعد مودی حکومت لے کر آئی۔ باقاعدہ عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ یہ غیر دستوری ہے اور یہ جمہوریت پر حملہ کرتی ہے۔ آزادانہ وشفاف انتخابات کے عمل میں مداخلت کرتا ہے کیونکہ ریاستوں اور مرکز میں حکمراں جماعتوں کو جو فنڈ ملتا ہے، اس میں کافی فرق ہوتا ہے۔ اس سے الگ الگ جماعتوں اور آزاد امیدواروں کے درمیان Level Playing فیلڈ پر سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ میں الیکٹورل بانڈ کو چیلنج شکست سے مایوسی کے نتیجہ میں نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سبب کیا گیا تھا کہ انتخابی عمل میں ایک فراڈ ہو رہا ہے۔ الیکٹورل بانڈ ایک فراڈ تھا جس سے انتخابی عمل میں دو جماعتوں کے درمیان توازن ختم ہو رہا تھا، اس فراڈ کے رہتے کئی انتخابات ہوگئے، اس کا فائدہ کس کو ملا، آپ سب جانتے ہیں۔ سب سے زیادہ چندہ بی جے پی کو ملا اور وہ بھی کئی ہزار کروڑ روپے۔ اس اسکیم کی وجہ سے انتخابات میں توازن ٹوٹ گیا۔ خود سپریم کورٹ نے مانا ہے کہ کیا بانڈ کو چیلنج شکست کی مایوسی میں کیا گیا تھا۔ بالکل نہیں! کیونکہ اس کے خلاف درخواست دائر کرنے والی پارٹی سی پی ایم کو یقین تھا کہ یہ ایک فراڈ ہے۔ اس لئے باقی جماعتوں کی طرح مجبوری میں بھی الیکٹورل کی بانڈ سے چندہ نہیں لیا، بعد میں سپریم کورٹ نے بھی دستوری دھوکہ دہی کو سامنے سے پکڑا تب گودی میڈیا نے آپ یاد کیجئے کہ کتنے سوال پوچھے۔ اس نے الیکٹورل بانڈ کے فراڈ کو لے کر کتنے سوال کئے؟ سب خاموش ہوگئے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب بانڈ اور فنڈ کے ذریعہ انتخابی عمل میں فراڈ کیا جاسکتا ہے تو آپ باقی سوالوں اور شکوک وشبہات کو خارج کیسے کرسکتے ہیں۔ کئی لوگ نتائج کو ہی خارج کر رہے ہیں لیکن کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو نتائج کو خارج نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس سے پہلے کچھ سوالات کے جواب جان لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ تمام سوالوں کو شکست کی مایوسی کا نام دے کر نظر انداز نہیں کرسکتے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ لوک سبھا انتخابات میں اپوزیشن کا مظاہرہ بہتر رہا تھا اس کے بعد بھی لوک سبھا میں اکھلیش یادو سے لیکر مہوہ موئترا نے اپنے پہلے ہی خطاب میں الیکشن کمیشن کے کردار پر سوالیہ نشان اٹھائے تھے، وہ یہ سوال ہار کی مایوسی میں نہیں اٹھا رہے تھے بلکہ لوک سبھا کا یہ ریکارڈ بتا رہا ہے کہ اپوزیشن تب بھی سوال اٹھا رہا تھا، جب اس کا مظاہرہ بہتر ہوا تھا۔ اکھلیش یادو نے لوک سبھا میں بڑی سنجیدگی سے کہا ''اسپیکر صاحب ای وی ایم پر مجھے کل بھی بھروسہ نہیں تھا، آج بھی بھروسہ نہیں، میں 80 کے 80 سیٹیں جیت جاؤں تب بھی بھروسہ نہیں رہے گا۔ میں نے انتخابی مہم کے دوران بھی کہا تھا کہ ای وی ایم سے جیت حاصل کر کے ای وی ایم ہٹانے کا کام کریں گے۔ ای وی ایم کا مسئلہ ختم نہیں ہوا جب تک ای وی ایم نہیں ہٹے گا، سماج وادی اسے ہٹانے کیلئے کھڑے رہیں گے۔ اچھی بات ہے کہ مہذب سماج کی تنظیمیں اپوزیشن اور عوام الیکشن کمیشن اور حکومت کے کردار کو لے کر شکوک وشبہات کا اظہار کرتی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں (انتخابی عمل کو لے کر فکر پائی جاتی ہے، مایوسی نہیں۔ کیا دنیا کی کوئی جمہوریت نے اس زمین پر انتخابات میں دھاندلیاں نہیں دیکھی ہیں یا ہندوستان کے انتخابات میں دھاندلی کبھی نہیں ہوئی؟ ہم اس کی نوٹنکی کیوں کر رہے ہیں؟ جیسے شکوک وشبہات ظاہر کرنا دوسرے سیارہ کا واقعہ ہو۔ بیالٹ پیپر کا مطالبہ تو ایلون مسک بھی کر رہے ہیں۔ انہیں بھی ای وی ایم پر بھروسہ نہیں جبکہ وہ دن رات مشین بنانے کا کام کرتے ہیں۔ خود انہوں نے ٹویٹ کیا ہے کہ الیکٹرانک ووٹنگ مشین کو ہیک کرنے کا خطرہ بہت بڑا ہے۔ بھلے ہی کم مشینوں کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے۔ ٹرمپ کے ایک خطرہ بہتر بڑا ہے، بھلے ہی کم مشینوں کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے۔ ٹرمپ کے ایک اور حامی رابرٹ کینڈی جونیئر وہ بھی ای وی ایم پر شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ امریکہ میں بیالٹ پیپر کے ذریعہ رائے دہی ہوتی ہے؟ کیا امریکہ اس طرح کی مشین نہیں بنا سکتا تھا؟ آپ مشین کا نام لے لیجئے یوٹیوب کے لنک کے نیچے آپ کو ہندوستان کا الیکشن کمیشن سے ایک جواب پوسٹ کردیا جاتا ہے۔ اتنی نگرانی کیوں؟ کیوں یونیورس کے اس ویڈیو کا مانیٹائزیشن ختم کردیا جاتا ہے جو مشین کی بات کرتا ہے۔ ملک میں اپوزیشن نے اور عوام نے کئی انتخابی نتائج کو قبول بھی کیا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں کہ ہر انتخابات کے بعد شکوک وشبہات ظاہر کئے جائیں۔ سوال ہے کہ مہاراشٹرا انتخابات میں ایسا کیا ہوگیا کہ شبہ کا دائرہ اتنا وسیع ہوگیا، اس سے جڑے کچھ سوال تھے۔ دوسری ریاستوں کے وقت سے اٹھ رہے تھے، جنہیں اٹھانے کے بعد لوگوں نے خود ہی چھوڑ دیا لیکن مہاراشٹرا نتائج کے بعد پھر سے ان سوالوں کو اٹھایا جانے لگا ہے۔

(بقیہ صفحہ اول)..........

قرآن کریم میں طلاق کا حق مرد کو دیا گیا ہے، کورٹ کو نہیں، عورت کو نہیں، عورت کو تو اس لیے نہیں کی ان کی جذباتیت رشتوں کے توڑنے میں عجلت کا سبب بنتی ہے، دوسرے اس رشتہ کے ٹوٹنے سے عورت کو مالی نقصان نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کو مہر کے روپے اگر نہیں ملے ہوں تو مل جاتے ہیں، عدت کا خرچہ ملتا ہے، تو وہ بعض اعتبار سے مالی فوائد حاصل کر لیتی ہیں اور یہ سارا مالی بوجھ مرد پر آتا ہے، اس لیے طلاق کا حق مردوں کو دیا گیا، کورٹ کو اس لیے نہیں دیا گیا کہ وہ خاندان کے مسائل ومعاملات کی تفہیم میں کافی وقت لیتی ہے اور اس کے فیصلے کبھی اتنی تاخیر سے ہوتے ہیں کہ عمریں گذر جاتی ہیں، اس لیے مطلقا طلاق کا حق نہ عورت کو دیا گیا اور نہ عدالت کو، البتہ اگر مرد طلاق نہیں دیتا اور ظلم وجبر کے ساتھ لٹکائے رکھتا ہے تو عورت عدالت میں خلع کا مقدمہ کرسکتی ہے، فسخ نکاح کے لئے قاضی سے استغاثہ کرسکتی ہے اور قاضی ان امور میں فیصلہ کر کے ہو رہے ظلم کو ختم کرسکتا ہے، کیونکہ دفع ضرر قاضی کی ذمہ داری ہے۔

قرآن کریم نے ترکہ میں عورتوں کے لئے مردوں کے مقابلے نصف حصہ رکھا ہے، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (النساء: ۱۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں پر کوئی مالی بوجھ خاندان کا نہیں ہے، اس کے سارے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، اس کے بچوں کے اخراجات بھی شوہر پر ہیں، پھر اس کو شوہر کی طرف سے بھی ترکہ ملتا ہے، اور میکہ میں والدین وغیرہ کے ترکہ سے بھی وہ حصہ پاتی ہے، جبکہ مرد کو صرف اس کے خاندان سے ترکہ ملتا ہے، اور مالی بوجھ اس پر کثیر ہے اس لیے شریعت نے مرد وعورت کے ترکہ میں حصوں میں تفاوت رکھا تا کہ خاندان کا مالی نظام معتدل طور پر قائم رہے اور افراط وتفریط سے بچا رہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت میراث کے علاوہ، ہبہ، وصیت، مہر اور خود کسب معاش سے حاصل مالیات کی ملکیت عورتوں کو دیا ہے اور ان کے مالی حقوق کو تسلیم کیا ہے، تجارت کاشتکاری، باغبانی صنعت وحرفت چند شرائط کے ساتھ ملازمت، مکان اور دوسری اشیاء کے ذریعہ کرایہ کی حصولیابی اور سرمایہ کے تمام حقوق تسلیم کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ (سورة النساء: ۳۲) اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں عورتوں کا جو مقام ہے وہ بیشتر معاملات میں مردوں کے مساوی ہے، جہاں تفاوت نظر آتا ہے وہ کہیں تو صنفی تقاضوں کی وجہ سے ہے اور کہیں ذمہ داریوں کی وجہ سے، اللہ نے صلاحیتوں کی بنیاد پر ذمہ داریاں تقسیم کی ہیں اور ذمہ داریوں کے نتیجہ میں حقوق متعین کئے ہیں اس حقیقت سے دیکھا جائے تو پورے قرآن کریم میں عورتوں کے حقوق پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس معاملہ میں دنیا کا کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کی پسماندگی اور سیاسی صورتحال

سید شاہ واصف حسن واعظی

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ مسلم آبادی والے ممالک کے بعد دوسرے نمبر پر ہے، اوراس کا شمار دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخی حیثیت بہت اہم رہی ہے، اوران کا ملک کی ثقافت، معیشت، سیاست اور سماج میں نمایاں کردار رہا ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں مسلمانوں کوکئی طرح کے مسائل کا سامنا ہے، جن میں اقتصادی پسماندگی، تعلیمی کمی، سیاسی عدم نمائندگی اور مذہبی امتیاز شامل ہیں۔ ان مسائل کا حل تلاش کرنا اور مسلمانوں کوقومی دھارے میں شامل کرنا نہ صرف ہندوستان کی فلاح کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ جمہوریت کے اصولوں کی پاسداری بھی ہے۔

اقتصادی پسماندگی: ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت متوسط طبقے سے کم تر معاشی حالات میں زندگی گزار رہی ہے۔ یہ طبقہ بہت سے سماجی واقتصادی چیلنجز کا سامنا کرتا ہے، جیسے کہ کم اجرت، ملازمتوں میں کمی اور کاروباری مواقع کی کمی۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد غربت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کے لیے حکومت کو مخصوص اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ان اقدامات میں مسلمانوں کے لیے قرضوں کی آسان فراہمی، کاروباری مواقع کی فراہمی اور حکومت کی مختلف اسکیموں میں مسلمانوں کی بھرپور شرکت کو یقینی بنانا شامل ہے۔ خاص طور پران علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے صنعتی ترقی کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

تعلیمی پسماندگی: مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اکثر مسلم خاندان بچوں کی تعلیم پر کم توجہ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے تعلیمی میدان میں مسلمانوں کی حالت دیگر طبقوں سے پیچھے ہے۔ سرکاری اسکولوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے معیار تعلیم پر بھی اثر پڑا ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر کرنے کے لیے حکومت کو خصوصی تعلیمی اسکیموں کا آغاز کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، مسلمانوں کیلئے اسکالرشپ اور تعلیمی اداروں میں سیٹوں کی تخصیص کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ تعلیم حاصل کرنے میں آگے بڑھ سکیں۔

سماجی امتیاز اور فرقہ واریت: ہندوستان میں مسلمانوں کو اکثر سماجی امتیاز اور فرقہ واریت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کی بنیاد پر تشویش کا سامنا ہے، جس سے ان کی زندگیوں میں نفرت اور تفریق پیدا ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ نسلی اور مذہبی بنیادوں پر امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، جوان کے حقوق اور آزادی کو محدود کرتا ہے۔ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے حکومت کو سخت اقدامات کرنے ہوں گے۔ فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے تعلیمی اور سماجی سطح پر شعور اجاگر کرنا ضروری ہے۔ مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کو روکنے کے لیے میڈیا اور تعلیمی اداروں میں توازن پیدا کیا جائے۔ قانون کا نفاذ مضبوط ہو تاکہ مسلمانوں کو تحفظ مل سکے۔

سیاسی نمائندگی: ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی بھی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ مسلمانوں کو مرکزی سیاست میں بہت کم نمائندگی حاصل ہے، جس کی وجہ سے ان کے مسائل کو درست طریقے سے نہیں اٹھایا جا رہا۔ اس کا اثر مسلمانوں کی سیاسی حیثیت اور طاقت پر پڑتا ہے۔

مسلمانوں کو قومی سیاست میں مزید نمائندگی دینے کے لیے انہیں سیاسی طور پر بیدار کرنا ضروری ہے۔ سیاسی جماعتوں کو مسلمانوں کی حالت بہتر کرنے کیلئے مخصوص پالیسیاں وضع کرنی ہوں گی۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر طاقتور بنانے کے لیے انہیں مقامی اور قومی سطح پر انتخابات میں حصہ لینے کی ترغیب دی جانی چاہیے۔

مذہبی آزادی اور تحفظ: ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت ایک اہم مسئلہ ہے۔ حالیہ برسوں میں، مذہبی آزادی اور تحفظ کے حوالے سے مختلف چیلنجز سامنے آئے ہیں، جن میں عبادت گاہوں پر حملے، نماز کے لیے جگہ کی کمی اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت شامل ہیں۔ مسلمانوں کے مذہبی حقوق کو تحفظ دینے کے لیے حکومت کو قانون سازی اور پالیسیوں میں ترامیم کرنی ہوں گی تاکہ مسلمانوں کو آزادی سے اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کا موقع مل سکے۔ اس کے علاوہ، فرقہ وارانہ کشیدگی کو کم کرنے کے لیے تمام مذہبی کمیونٹیز کے درمیان بہتر روابط کی ضرورت ہے۔

معاشرتی اور ثقافتی ترقی: ہندوستانی مسلمانوں کی ثقافت میں بہت تنوع ہے، جو ہندوستان کی گہری ثقافتی ورثے کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کے ثقافتی ورثے کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور انہیں اپنی ثقافت کی بنیاد پر منفی پروپیگنڈا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی ثقافت اور تاریخ کو مزید پروان چڑھانے کے لیے حکومت اور سماجی تنظیموں کو ان کے فنون، موسیقی، ادب اور تہذیب کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے۔ مسلمانوں کی شناخت اور ثقافتی اہمیت کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس پر فخر کرنا چاہیے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے موجودہ حالات پیچیدہ ہیں، مگر ان حالات کا حل ممکن ہے۔ حکومت، سماجی تنظیموں اور مسلمانوں کو مل کر معاشی تعلیمی، سیاسی، اور سماجی سطح پر اصلاحات کرنا ہوں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے، اپنے اندرونی مسائل کو حل کرنے اور قومی دھارے میں فعال کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ اقدامات کیے جائیں تو مسلمان نہ صرف ہندوستان میں ایک بہتر زندگی گزار سکتے ہیں بلکہ ہندوستان کو ایک مضبوط اور ہم آہنگ ملک بنانے میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

امانت و دیانت سے معاشرہ میں باہمی اعتماد پیدا ہوتا ہے

شہید حکیم محمد سعید

ہر انسان ایک ایسے معاشرے کی تمنا کرتا ہے جس میں امن وامان ہو، محبت وآشتی ہو، ہمدردی اور یگانگت کی فضا ہو، ہر انسان چاہتا ہے کہ تمام انسان امن وسکون کی زندگی بسر کریں کسی سے کسی کو شکایت نہ ہو۔ انسانی معاشرے کا جو بہترین تصور قائم کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں ابنائے جنس کی سچی محبت ہو، وہ آپس میں شیر وشکر ہو کر رہیں، ایک دوسرے کے دست وبازو بن کر رہیں، ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس نیک اور پاک تمنا کو حاصل کرنے کے لئے کون سی چیز ضروری ہے اور وہ کون سا عنصر ہے جس کے فقدان کی وجہ سے یہ مطلوبہ ماحول پیدا نہیں ہو رہا ہے؟ اس سلسلے میں کئی اہم عناصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے لیکن ان تمام عناصر وعوامل کا تجزیہ کیا جائے تو بنیادی عنصر دیانت ہی ثابت ہوگا۔ ہمیں باور کرنا چاہئے اور یقین بھی ہو کہ یہ فرشتوں کا ماحول انسانی بستی میں اس وقت ہی قائم ہوسکتا ہے کہ جب دیانت کی عمل داری ہو اور معاشرے کا ہر فرد دیانت کے وصف کی سختی سے پابندی کرتا ہوں۔ آپس کے لین دین کے معاملوں میں دیانت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص معاملات میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی اتنا ہی اہتمام کرے جتنا وہ اپنے حقوق کے حاصل کرنے کی تمنا یا جدوجہد کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر تمام انسان ایک دوسروں کے حقوق پورے اہتمام کے ساتھ ادا کریں، یعنی جس کا جس کسی پر جتنا حق ہے پوری امانت اور پوری دیانت کے ساتھ رتی رتی ادا کر دے تو ہم اسے دیانت کہتے ہیں عربی زبان میں اس معنی میں امانت کا لفظ بھی ادا ہوتا ہے، انسان کے تعلقات دوگونہ ہیں۔ ایک اپنے خالق اور رب کے ساتھ اور دوسرے ابنائے جنس کے ساتھ۔ اس میں شک نہیں کہ تیسرے نمبر پر کائنات کی تمام دوسری مخلوقات کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ اسلام چونکہ کامل ومکمل اور ابد تک کے لئے ایک ناقابل تبدیل ضابطہ حیات ہے اس لئے اسلام میں ہر وہ چیز اور ہر وہ عنوان موجود ہے کہ جو قابل غور وفکر ہوسکتا ہے اور جس کا تصور کیا جاسکتا ہے، مگر جہاں تک دیانت کے وصف اور اس کے اثرات کا تعلق ہے اس کا زیادہ اہتمام خالق ارض و سماں اور ابنائے جنس کے ساتھ تعلقات ہی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیانت برتنے کا مطلب یہ ہے کہ پورے اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ اس کی شریعت پر چلنے اور اسے نافذ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے بطور خاص شریعت الٰہی کو امانت سے تعبیر کیا ہے جو انسانوں کے سپرد کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''ہم نے (خلافت ارض) اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے آگے رکھا تو ان میں سے کوئی اس کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ ہوا اور یہ سب اس سے ڈرے مگر انسان نے یہ بوجھ اٹھالیا۔'' آج ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے اور ہر مذہب وقوم کا دیانت دار انسان یہ گواہی دے رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات ارضی کے سب سے عظیم انسان ہیں۔ وہ ایک ایسے انسان تھے کہ جنہوں نے اس دنیا کے فکر ونظر میں ایک انقلاب دیانت برپا کردیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی شخصیت تھے کہ جنہوں نے ہماری اس دنیا کے ہر ماحول اور ہر معاشرے کو متاثر کیا اور اندازفکر وعمل کو بدل کر رکھ دیا۔ ہم گہرائی وگیرائی کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس انقلاب میں بنیادی چیز امانت ودیانت ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کائنات کے سب سے عظیم انسان کا طرہ امتیاز تھا۔ تاریخ گواہ ہے اور حالات وواقعات شاہد ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایک لمحہ زندگی اور کوئی ایک دقیقہ حیات امانت ودیانت سے خالی نہ تھا، ہم پر سب سے بڑا فرض ماں باپ کی خدمت کا عائد ہوتا ہے۔ ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔ یہی دیانت کا تقاضہ ہے۔ اسی طرح رشتے داروں کے حقوق ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ عام انسانوں کے حقوق ہیں۔ اچھے اور دیانتدار انسان اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ تمام حقوق پوری امانت داری کے ساتھ ادا کریں۔ کسی نے کوئی چیز امانت رکھوائی ہے تو اسے اسی طرح واپس کردی جائے۔ ماتحتوں کے جو حقوق ہیں انہیں پورا پورا ادا کیا جائے۔ ملازمت کی شرائط کے مطابق اپنا فرض ادا کیا جائے۔ تجارت میں خرید وفروخت کے جو اسلامی آداب ہیں انہیں ملحوظ رکھا جائے، یہ تمام باتیں دیانت کے تقاضوں میں شامل ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو انسانی معاشرے میں جو بھی افراتفری نظر آتی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ معاشرے کے وہ افراد جن کے کردار کا براہ راست اثر عوام پر پڑتا ہے وہ دیانت کے اصولوں پر پوری طرح کاربند نہیں ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ دیانت کو اپنائے اور معاملات میں اسے سنگ بنیاد بنالے۔ اگر ایسا ہوا تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا اور مملکت جنت کا نمونہ بن جائے گی۔ اس کے برخلاف اگر معاملات کی بنیاد امانت ودیانت پر نہ ہو تو معاشرہ کو صحت مند معاشرہ نہیں کہا جاسکتا۔ افراد معاشرہ کبھی اطمینان وسکون کا سانس نہیں لے سکتے۔ دیانت ہی سے افراد معاشرہ میں باہمی اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اعتماد اچھے تعلقات کی بنیاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف کا اس حد تک اہتمام فرماتے تھے کہ جب دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے ہوگئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل مکہ کی جو امانتیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل امانت کے حوالے کرنے کا انتظام فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں حضرت علیؓ کے حوالے کردیں، اور انہیں یہ تاکید کی کہ پہلے لوگوں کی امانتیں ان کو واپس کریں اور پھر مدینے آئیں۔ امانت و دیانت کا یہ بڑا عجیب اور بے مثل واقعہ ہے۔

یہ واقعہ تو نبوت کے بعد کا ہے اس عظیم منصب پر فائز ہونے سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا دیانت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ چنانچہ رسالت کی ذمہ داری سونپے جانے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ میری امانت ودیانت کے متعلق کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے سچے اور دیانت دار رہے ہیں، اور ہمیں آپ پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ تھا کردار ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو پوری کائنات کے لئے رحمت ورافت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو حرز جاں بنائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کو اپنائیں۔ سچائی اور دیانت انسانی اخلاق کے بنیادی وصف ہیں۔ اس لئے ہم سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں دیانتداری کا چلن عام کرنے کی کوشش کریں تاکہ دنیا کی نگاہ میں ہمیں عزت واحترام حاصل ہو اور اس طرح ہمارے ذریعے سے اسلامی شریعت کی برتری قائم ہو۔ لوگ یہ محسوس کریں کہ یہی وہ نظام حیات ہے جو دنیا کو امن وسکون بخش سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کا تابناک ماضی اور نئی نسل کی تاریخ فراموشی

مولانا عبد الله بن شمیم ندوی

جس قوم نے بھی اپنے ماضی سے رشتہ توڑا اور اپنی تاریخ کو فراموش کردیا وہ زوال پذیر ہوئی ہے اور اس کو دوسری قوموں کی غلامی نصیب ہوئی ہے۔ الا یہ کہ جو قومیں اپنے دشوارترین دور اور جاں گسل حالات میں بھی اپنے ماضی کی ڈور تھامے رکھتی ہیں اور اپنی قدروں کو زندہ رکھنے کی سعی کرتی ہیں اور تاریخ کے دامن کو تھام کر اپنے اسلاف کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں سفر حیات طے کرتی ہیں، وہ بام عروج کو پہونچتی ہیں اور دنیا کی قیادت کرتی ہیں۔

تاریخ کو یاد رکھنے کا مطلب یہ قطعی نہیں کہ اسلاف کے کارناموں کی یاد میں ''پدرم سلطان بود'' کے کھوکھلے نعرے لگائے جائیں۔ بلکہ اس کا مقصد اپنے بڑوں کی تعلیمات اور ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوکر ان کے بتائے اہداف کے حصول کے لئے مسلسل کوششیں کرنا ہے۔ ہمارے سامنے ایک ایسی قوم کی مثال موجود ہے جس نے عروج وزوال کے دونوں دور دیکھے، اس نے وہ دور بھی دیکھا جب دنیا میں اس کا عرصہ حیات تنگ کردیا گیا اور وہ دن بھی دیکھے جب اسے دنیا کی حکمرانی نصیب ہوئی، اسے اپنے ماضی کو فراموش کرنے کی سزا بھی ملی اور اپنی تاریخ کو گلے لگانے کا صلہ بھی ملا۔ یہود حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مقام عروج کو پہونچنے اور ایک مدت تک سیادت ان کے ہاتھ میں رہی لیکن پھر اپنے انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کرنے کی وجہ سے لمبے عرصے تک انہیں مصائب کا سامنا کرنا پڑا پھر حضرت موسیٰ کے دور میں انہیں قیادت نصیب ہوئی اور ایک مدت تک دنیا کی امامت کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا دور بھی ان کا کامیاب دور رہا۔ لیکن پھر انہوں نے وہی غلطی دہرائی جو اس سے پہلی کی تھی تو دنیا کی ذلیل ترین قوم بنادیئے گئے۔ لیکن اب مرض ان کی پکڑ میں آچکا تھا اور انہوں نے وہی کیا جو ایسے وقت میں قوموں کو کرنا چاہئے، انہوں نے اپنی مزعومہ تاریخ کو ایک جھوٹے تابوت سے نکالا اور پھر پوری قوم کو ماضی میں لوٹ جانے کی دعوت دی قوم کا ہر ہر فرد اپنی ارض موعودہ کی بازیابی کے لئے کوشاں ہوگیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد دنیا پر حکمرانی ہے اور ہمیں اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور آج وہ دنیا کے تمام نظاموں پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

آج بھلے ہی مسلم ممالک کی تعداد ۵۶ ہو لیکن ان میں سے اکثر کی باگ ڈور یہود اور ان کے کارندوں کے ہاتھ میں ہے۔ آج یہود کا پنجہ جو ساری دنیا کی معیشت، سیاست، نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو جکڑے ہوئے ہے اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اپنی اس تاریخ تک کا تحفظ کیا جس کا بیشتر حصہ تحریف شدہ ہے، انہوں نے اپنے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھا اور اس کے حصول کے لئے سالہا سال قربانیاں دیں۔ یہود کی تاریخ کے جہاں بہت سے مذموم پہلو ہیں وہاں ایک سبق آموز پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے عروج وزوال سے سبق حاصل کیا۔

تاریخ اسلام دنیا کی بلندترین

مسلمانوں کے لئے یہ طرہ امتیاز ہے کہ ان کی تاریخ دنیا کی ہر قوم کی تاریخ سے زیادہ روشن اور تابناک ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سقوط سلطنت عثمانیہ تک متعدد دفعہ عروج وزوال کے باوجود تاریخ اسلامی بے پناہ فتوحات، ایجادات، تعلیم وتعلم، تہذیب وتمدن اور اعلیٰ اخلاقی قدروں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس نے انسانیت نوازی، امن وامان، عدل وانصاف اور خدمت خلق کی وہ داستانیں رقم کی ہیں جو تا قیامت فراموش نہیں کی جاسکتیں، یہاں تک کے اسلام کے سخت ترین نکتہ چیں بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

دنیائے انسانی پر مسلمانوں کے تاریخی احسانات

مسلمانوں نے دنیا کو کیا نہیں دیا؟ وہ تھے سب کچھ دیا جس کی وجہ سے جاں بلب انسانیت کو نئی زندگی ملی اور اس تاریک دنیا کو پھر سے روشن کردیا، انہیں کمزوروں کا حمایتی اور ظالموں کا دشمن بنا کر بھیجا گیا تھا، ان کی تاریخ قیام عدل سے عبارت تھی، وہی تھے جنہوں نے قیصر وکسریٰ کی ظالم حکومتوں کا خاتمہ کیا اور ان کی مظلوم عوام کو ان کے شیطانی پنجوں سے آزاد کیا، انہوں نے انسانوں کی تربیت کی اور انہیں انسانیت نوازی سکھائی۔ عرب کے جنگجو قبائل جو بات بات پر خون کی ندیاں بہادیتے اور نسل درنسل نفرت کی اس آگ میں جل کر خاکستر ہوجاتیں، انہیں باہم شیر وشکر کیا۔ لوٹ مار، قتل وغارت گری، شراب وجوا جن کا شیوہ تھا جو لڑکیوں کا عار کے باعث زندہ درگور کردیا کرتے تھے، انہیں ایسی تعلیم سے آراستہ کیا کہ دنیائے اخلاق کے امام بن گئے۔

قیام عدل ومساوات

مسلمانوں کے چشمہ فیض نے پوری دنیا کو سیراب کیا، چنانچہ ہندوستان جہاں طبقاتی نظام قائم تھا برہمنوں نے شودروں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، غلامی کی یہ زنجیریں انہیں پیدائشی طور پر پہنادی جاتی تھیں، یہاں تک کہ ان کی سانسیں بھی برہمنوں کی غلام ہوا کرتی تھیں، دنیا کے بدترین مظالم ان پر ڈھائے جاتے تھے اور جانوروں سے زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ اگر وہ علم حاصل کرنا چاہتے تو ان کی زبانیں کھنچوالی جاتیں، برہمنوں کی برابر بیٹھ جاتے تو ان کی سرینیں کٹوادی جاتیں۔ انہیں اس غذاب سے نجات دلانے والے مسیحا مسلمان تھے۔ یہی ہندوستان تھا جہاں خواتین کے حقوق کی دھجیاں اڑائی جاتیں اور انہیں مشق ستم بنایا جاتا، ان سے غیر اخلاقی حرکتیں کرائی جاتیں، غیر مردوں کے ساتھ جبراً ناجائز تعلقات قائم کروائے جاتے، پجاریوں کے پاس بھیج کر حمل ٹھہروایا جاتا اور شوہر کی موت کے بعد اس کی چتا کے ساتھ زندہ جلادیا جاتا جسے ''ستی'' کا عمل کہا جاتا تھا۔ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس شیطانی نظام کا خاتمہ کیا اور نظام الٰہی قائم کیا۔ مسلمانوں نے ہی طبقاتی اونچ نیچ کو ختم کرکے نظام مساوات قائم کیا اور خواتین پر ہونے والے ظلموں کو روکا اور انہیں ان کے حقوق دلائے۔ مسلمانوں نے اس ملک میں تعلیمی نظام کو وسعت دی، ملک میں عدل وانصاف قام کیا اور ہر جگہ امن وامان کی فضا ہموار کرکے ایک عظیم ہندوستان کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے ہندوستان کو علوم وفنون کا گہوارہ بنایا، معاشی طور پر مستحکم کیا اور عالمی تجارت کا مرکز بنادیا اور ہندوستانیوں کو ایسا تمدن دیا جو دنیا کے لئے باعث رشک بن گیا۔

احیاء علم اور نفع رسانی

اسلام اور علم لازم وملزوم ہیں۔ کوئی بھی مسلمان جو حقیقی معنی میں اسلام پر عمل پیرا ہو، وہ علم سے دور نہیں ہوسکتا بلکہ وہ جہاں بھی رہے گا ایک معلم کی حیثیت سے علم کی شمع روشن کرے گا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی رہے وہاں انہوں نے علم کے باغات لگائے اور اپنے چشمہ علم سے پورے علاقے کو سیراب کیا۔ مسلمان جو خلافت عباسیہ کے اختتام تک ساری دنیا میں علوم وفنون کے امام بن چکے تھے جہاں بھی گئے علم کے خزانے ساتھ لے گئے، مسلمان جب اندلس گئے تو وہاں علوم وفنون کی ندیاں بہادیں؟ علم کی سینکڑوں درسگاہیں قائم کیں۔

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دنیا کو ایسی ایجادات سے نوازا جس نے دنیا کو ترقی کے عروج کمال پر پہونچادیا۔ مسلم سائنسدانوں نے اپنے علم کے ذریعہ خدمت خلق کی عظیم خدمات انجام دیں۔ اسلامی ممالک میں یہ انقلابات اس وقت ہورہے تھے جس وقت یورپ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ وہاں کے کلیسا نے علم کو شجر ممنوعہ قرار دے رکھا تھا اس کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ وہاں پاؤں کا آپرین کلہاڑی کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ پورے یورپ میں ایک علمی کتاب تھی جو ایک عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں سے مستعار لی تھی۔ اس تاریکی میں علم کی شمع جلانے والے بھی مسلمان تھے۔ انہوں نے مغرب کو جہالت کی موت مرنے سے بچایا اور اسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ اپنے علوم وفنون سے اسے سنوارا اور وہاں اپنے ایسے شاگرد تیار کئے جنہوں نے وہاں علمی انقلابات برپا کئے۔ آج مغرب کی تمام ترقیات کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے یہ اور بات ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن کے علمبردار اسلام دشمنی کے باعث احسان فراموشی کی انتہا کو پہونچ گئے ہیں۔

وہ ہندوستان آئے جب یہاں کی قوم اپنی تاریخ سے نابلد تھی انہوں نے اسے علم تاریخ کا حسین تحفہ دیا۔ البیرونی نے کتاب الہند لکھی جس کے ذریعہ ہندو تہذیب وتمدن کو پوری دنیا میں متعارف کرایا۔ مسلمانوں نے یہاں فن طب میں اصلاحات کیں اور اس کی تجدید کرکے دنیا کی بہترین طب کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کی علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ ہندی علوم وفنون جس سے دنیا ناواقف تھی ان کو عربی وفارسی میں منتقل کرکے دنیا کو ان سے واقف کرایا۔ یہاں کی مذہبی کتابیں جیسے وید، گیتا، رامائن مہابھارت وغیرہ کو فارسی میں منتقل کیا گیا اور افادۂ عام کے لئے وقف کردیا گیا۔ جگہ جگہ عوامی کتب خانے بنائے گئے جہاں ہر ہندوستانی آزادانہ طور پر اپنی علمی پیاس بجھا سکتا تھا۔

دنیا سے ظلم وستم کا خاتمہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کی بقاء کے لئے جنگ ناگزیر چیز ہے اور کبھی قیام عدل کے لئے ہتھیار اٹھانا بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں نے بھی جنگیں لڑیں اور دنیا کے بڑے رقبے میں فتوحات کے پرچم بلند کئے لیکن ان کی جنگوں کا مقصد یا تو دفاع ہوتا تھا یا وہ ظلم وستم کے خاتمے کے لئے لڑی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں کی عوام کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا برتاؤ کیا، ہم جہاں دوسری قوموں کی تاریخ دیکھتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بڑے بڑے ہروں کو کھنڈرات میں تبدیلی کرکے فصلوں کو خاکستر کردیا۔

لیکن مسلمانوں نے انسانیت نوازی کی تاریخ رقم کی اور حالت جنگ میں بھی اپنے حریف کی عورتوں بوڑھوں اور بچوں کے تحفظ کو یقینی بنایا اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں وہ امن وامان اور عدل وانصاب قائم کیا کہ وہاں کے باشندے مسلمانوں کو اپنا مسیحا سمجھنے لگے اور ان کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرنے لگے۔

اگر مسلمانوں کی اور دیگر اقوام کی فتوحات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو دنیا کی تمام اقوام پر مسلمانوں کی اخلاقی برتری ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً ۱۸؍مئی ۱۹۷۵ء کے لندن کے اخبار ٹائمس نے امریکہ کے ساتھ جنوبی وشمالی ویتنام کی لڑائیوں کے جو اعداد وشمار پیش کئے ہیں وہ ہوش اڑانے والے ہیں۔ چنانچہ ان لڑائیوں میں امریکی فضائیہ نے اٹھارہ لاکھ ننانوے ہزار چھ سو اڑسٹھ حملے کئے اور سرسٹھ لاکھ ستائیس ہزار چوراسی ٹن بم گرائے اور وہاں کی نباتات کو تباہ کرنے کے لئے ایک کروڑ نوے لاکھ گیلن تباہ کن مادہ پھینکا اور پینتیس لاکھ ایکڑ زمین پر زہریلی دوائیں چھڑکیں جن کا اثر ایک سو برس تک رہے گا، اس لڑائی میں چھتیس لاکھ افراد ہلاک، نو لاکھ بچے یتیم، پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار شہری زخمی اور ایک کروڑ سے زائد افراد پناہ گزیں ہوئے، دنیا کے اس خونی جنگ کو دیکھا، مگر مسلمانوں نے کبھی بھی ایسا حملہ نہیں کیا جس سے انسانیت کراہنے لگے، بلکہ مسلمانوں نے امن وامان کا پیغام دیا اور حق وصداقت کی شمع روشن کی۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان کے تحفظ کی تحریک جاری رکھئے

ڈاکٹر سیّد احمد قادری

گزشتہ کئی برسوں سے اردو زبان کے تئیں حکومت بہار کے غیر منصفانہ عمل کے باعث پورے بہار کی اردو آبادی مایوسی اور تشویش میں مبتلا ہے۔اس سلسلے میں گزشتہ چھ برسوں سے مسلسل حکومت بہار کی توجہ مبذول کرانے کی مختلف شخصیات، اخبارات اور اداروں نے کوششیں کیں، لیکن افسوس کہ ہر بار اردو والوں کی ایسی کوششوں کو اہمیت نہیں دی گئی۔اردو ایکشن کمیٹی کی بھی تشکیل عمل میں آئی۔اس کمیٹی کی جانب سے متعدد بار وزیر اعلیٰ نتیش کمار سے درخواست کی کہ وہ بہار میں اردو زبان اور اردو اداروں کے ساتھ ہو رہی ناانصافی پر توجہ دیں لیکن اردو کے مسائل سے وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار نے ہمیشہ سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔اردو زبان کے تحفظ اور فروغ کے لئے کوشاں رہنے والا ایک اور متحرک اور فعال ادارہ 'اردو کونسل ہند' نے بھی مسلسل حکومت بہار کی توجہ مبذول کرانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن افسوس کہ ان کی کوششیں بھی صدا بے بہرہ ثابت ہوئیں۔ایسی بے توجہی سے مجبور ہو کر آخر کار بہار کی اردو آبادی کے شدید مطالبہ پر گزشتہ 14 دسمبر 2024 کو 'اردو کونسل ہند' کی جانب سے حکومت بہار کے ذریعہ مسلسل اردو زبان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں اور امتیازی سلوک کے خلاف ایک روزہ 'تحفظ اردو دھرنا' پٹنہ کے گردنی باغ علاقہ میں دیا گیا۔جس میں پٹنہ سمیت بہار کے مختلف اضلاع سے بڑی تعداد میں محبان اردو نے شدت کی ٹھنڈک کے باوجود پورے جوش و خروش کے ساتھ شرکت کرتے اپنی مادری زبان سے والہانہ محبت کا ثبوت پیش کیا۔اس 'تحفظ اردو دھرنا' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔اس ضمن میں کونسل کے ریاستی ناظم اعلیٰ ڈاکٹر اسلم جاوداں نے بتایا کہ 'اردو کونسل نے اردو کے حقوق کی بازیابی کے لیے کئی بار بہار کے وزراء اور افسروں سے مل کر انہیں عرضداشت پیش کیا۔حکومت کی توجہ مبذول کرانے کے لیے کئی کانفرنسیں کی گئیں۔

اردو کے مسائل کے حل کے لیے اردو کے سرکردہ حضرات کے ساتھ اعلیٰ سطحی نشست بھی کی گئی اور ان سب کے دستخط سے مشترکہ طور پر اردو کے مسائل کے حل کے لیے وزیر اعلیٰ سکریٹریٹ میں ایک چھوٹے وفد کے ملنے کی گزارش بھی دو بار تحریری طور پر کی گئی لیکن افسوس کہ نتیش حکومت کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی۔لہٰذا 'اردو کونسل ہند' حکومت کی توجہ اردو مسائل کی طرف مبذول کرانے کے لیے یک روزہ تحفظ اردو دھرنا دینے پر مجبور ہوئی ہے۔اس عوامی دھرنا کے بعد ہمیں پوری امید ہے کہ حکومت بہار اب اردو کے مسائل کی طرف توجہ دے گی اور مسائل کے حل کی مثبت کوشش ضرور کرے گی۔ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹر اسلم جاوداں نے حکومت بہار کو متنبہ کیا ہے کہ اگر اس کے باوجود نتیش حکومت اردو اور اردو آبادی کو اس کا دستوری حق نہیں دیتی ہے تو اردو کونسل پورے بہار میں اردو کے حقوق کی بازیابی کے لیے تحریک چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔اس سلسلے میں مجلس اتحاد المسلمین کے ریاستی صدر اور رکن اسمبلی اختر الایمان نے نتیش حکومت کی اردو زبان اور اردو اداروں کے سلسلے میں ہو رہی ناانصافیوں کے تعلق سے بتایا کہ جس ریاست کی دوسری سرکاری زبان اردو ہے، وہیں اردو کو دانستہ طور پر ختم کیا جا رہا ہے۔اختر الایمان نے بہار اردو اکیڈمی، اردو مشاورتی کمیٹی، مدرسہ بورڈ، اقلیتی کمیشن کی تشکیل نو نہیں کیے جانے کو حکومت بہار کے امتیازی سلوک سے تعبیر کیا اور میٹرک سے اردو کی لازمیت ختم کرنے اور مانک منڈل میں ایک اردو کے ٹیچر کا اضافہ نہیں کئے جانے پر اپنا زبردست احتجاج درج کراتے ہوئے کہا کہ اردو آبادی اب بیدار ہو چکی ہے، اپنے حقوق کو خوب سمجھتی ہے۔لہٰذا اگر نتیش حکومت نے اردو اور اردو آبادی کے سلسلے میں اردو کونسل ہند کے 18 نکاتی مطالبات کو تسلیم نہیں کیا تو اردو آبادی 2025 کے الیکشن میں سبق سکھا دے گی۔اردو کونسل ہند کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر اسلم جاوداں نے بتایا کہ کونسل کی مجلس مشاورت نے اردو کے حقوق کی بازیابی کے لیے 18 نکاتی مطالبات نامہ منظور کیا ہے، جن پر حکومت بہار کو ان مطالبات اور مسائل پر فوری توجہ دئے جانے کی ضرورت ہے۔1۔ چھ برسوں سے بند اردو مشاورتی کمیٹی کی تشکیل نو کی جائے اور اس کو آئینی اختیارات دیئے جائیں۔2۔ چھ برسوں سے معطل شدہ بہار اردو اکادمی کی تشکیل نو کی جائے۔3۔12 ہزار اردو ٹی ای ٹی کے امیدواروں کا رزلٹ جو کئی برسوں سے التواء میں پڑا ہے، اسے جلد جاری کیا جائے۔4۔ ہائی اسکول کے مانک منڈل میں ایک اردو ٹیچر کا اضافہ کیا جائے۔5۔اردو آبادی کے بچوں کو میٹرک تک اردو کی لازمی تعلیم کا نظم کیا جائے۔6۔وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار کے اعلان کے مطابق ہر اسکول میں ایک اردو ٹیچر بحال کیا جائے۔7۔اردو اسکولوں کے طلبہ وطالبات کو اردو میں کتابیں مہیا کرائی جائیں۔8۔اردو اخباروں کو ہندی کی بجائے اردو میں اشتہار دیا جائے۔9۔جونیئر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے بھی عہدے مدت سے خالی پڑے ہیں، ان پر بحالی کی جائے۔10۔عربی و فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے بھی عہدے طویل عرصہ سے خالی ہیں، ان پر بحالی ہو۔11۔ مدرسہ بورڈ کی تشکیل نو کے ساتھ ساتھ چیئرمین بحال کیا جائے۔12۔اقلیتی کمیشن بہار کی تشکیل نو ہو۔13۔اردو ڈائرکٹوریٹ کا مدت سے بند پڑا راج بھاشا اعلیٰ سطحی ایوارڈ جاری کیا جائے۔14۔ بہار کی تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جہاں اردو کا شعبہ قائم نہیں ہوا ہے، وہاں دوسری سرکاری زبان اردو کا شعبہ کھولا جائے۔15۔محکمہ جاتی اردو کا امتحان پاس کرنے والے سرکاری عملے کو ایک اضافی انکریمنٹ دیا جائے۔16۔اردو اسکولوں اور مدرسوں کی سالانہ چھٹی حسب سابق بحال کی جائے۔17۔محکمہ تعلیم کے 2022 کے نوٹیفکیشن کے ذریعے مدرسے کی خودمختاری ختم کردی گئی، اس کو بحال کیا جائے۔18۔سبکدوشی کے سبب اردو مترجم، نائب اردو مترجم اور ایل ڈی سی کے تقریبا 1200 خالی پڑے عہدوں پر بحالی کی جائے۔یہ وہ مطالبات ہیں جو گزشتہ کئی برسوں سے زائد عرصہ سے التواء میں پڑے ہیں۔جس کی وجہ کر ریاست بہار جہاں اردو دوسری سرکاری زبان ہے وہاں اردو بڑی تیزی سے روبہ زوال ہے۔ہم اس بات کو کیسے بھول جائیں کہ ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے بڑی تگ و دو، محنت، تحریک کے بعد ریاست بہار میں اردو زبان کو دوسری سرکاری زبان کو کا درجہ دلانے میں کامیابی حاصل کی تھی اور توقع تھی کہ اس تاریخی فیصلے سے بہار میں اردو آبادی مادری زبان کے تحفظ اور فروغ دینے میں کامیاب ہوگی۔اس لئے کہ اردو کو زندہ رکھنا اور اس کی ترویج و اشاعت کی سنجیدہ کوشش اس لئے بھی ضروری ہے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں ہے، بلکہ اردو ہماری تہذیبی وراثت ہے جسے آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہم سب کا اہم فریضہ ہے۔اگر یہ زبان فارسی کی طرح ہمارے درمیان سے ختم ہو جاتی ہے تو ہماری شاندار تہذیبی روایات اور ہمارا تمدن، تاریخ کا حصہ بن کر رہ جائیں گے۔جس کا بڑا نقصان عہد حاضر کے معاشرتی سطح کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں کو بھی ہوگا اور اس کے لئے تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔لیکن افسوس کہ اردو زبان کے فروغ کے لئے حکومت بہار مراعات اور سہولیات کیا دیتی، اس نے تو اردو زبان کو جڑ سے ہی ختم کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔حکومت بہار کے متعصب نوکرشاہوں کی متعصّبانہ کوششوں سے یہاں اردو زبان اور اردو ادارے زبوں حالی کے شکار ہیں۔افسوس اس بات کا ہے وزیر اعلیٰ بہار اور حکومت کی ہمہ وقت تعریف و توصیف کا ورد کرنے والی کئی ایسی شخصیات موجود ہیں جو اردو زبان اور اقلیتی اداروں کی زبوں حالی کے خلاف آواز اٹھا سکتے ہیں لیکن ان لوگوں کے سیاسی مفادات اور مصلحت پسندی نے ان کی زبان پر قفل ڈال رکھے ہیں۔ان لوگوں کی زبان اس وقت بھی گنگ نظر آئی جب اردو زبان، جسے بہار کی دوسری سرکاری زبان ہونے کا دستوری حق حاصل ہے، اسے ایک منظّم اور منصوبہ بند سازش کے تحت حکومت بہار کی وزارت تعلیم نے اپنے ایک سرکولر نمبر: 799 بتاریخ: 15 مئی 2020 جاری کرتے ہوئے اردو زبان کو میٹرک سطح سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔اس اردو مخالف سرکولر کے خلاف بڑھتے احتجاج اور مظاہروں کو سرد کرنے کے لئے حکومت بہار نے گزشتہ انتخاب کے عین 'انتخابی ضابطہ اخلاق' کے نفاذ کے ٹھیک ایک دن قبل اس سرکولر میں ترمیم کی گئی لیکن بڑی چالاکی سے گھما پھرا کر معاملہ اسی طرح برقرار رکھا گیا اور ترمیم کے بعد بھی اردو زبان کو لازمی زبان کے بجائے اختیاری زبان کی حیثیت کو برقرار رکھا۔اب تصور کیجئے کہ اگر اسی طرح بنیادی سطح سے ہی اردو ختم ہو جائے گی تو پھر انٹرمیڈیٹ کلاسوں اور کالجوں و یونیورسٹیوں میں اردو پڑھنے والے کس طرح بچے بچیاں پہنچیں گے۔

اردو زبان کے خلاف یہ بہت بڑی منظّم اور منصوبہ بند سازش ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان کے تئیں ایسے متعصّبانہ اقدام کے بعد اردو زبان کا حال بھی وہی ہوگا جو آج فارسی زبان کا ہے۔اس لئے بہتر ہے کہ اس مزکورہ اردو مخالف سرکولر کو حکومت فوری طور پر واپس لے کر سابقہ صورت حال کو بحال کرتے ہوئے بہار میں میٹرک تک اردو زبان کی تعلیم کو اختیاری کے بجائے لازمی حیثیت برقرار رکھے، تاکہ اردو زبان کو آئینی اور دستوری حق اور انصاف مل سکے۔بہت سارے سرکاری اسکول ایسے ہیں، جہاں اردو یونٹ پر دوسری زبان کے اساتذہ بحال ہیں۔ٹی ای ٹی کے تحت اردو اساتذہ کی بحالی کا معاملہ بھی سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود دانستہ طور پر التوا میں پڑا ہے۔اس جانب بھی حکومت بلاتاخیر توجہ دے کر ہزاروں کی تعداد میں کامیاب ہونے والے اور بحالی کے منتظر اساتذہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔اردو کونسل ہند نے بلاشبہ تحفظ اردو دھرنا دے کر گزشتہ کئی برسوں سے بہار میں اردو تحریک کو زندہ، متحرک اور فعال کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ورنہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ بہار میں اردو کے ساتھ ہونے والی ان تمام ناانصافیوں، حق تلفیوں کے خلاف ہونے والے احتجاج اور تحریک کو بعض مفاد پرستوں نے جھوٹے وعدوں کی تھپکیاں دے کر سلا دیا تھا۔اس سلسلے میں چند سال قبل آر جے ڈی کے ایک سابق وزیر اقلیتی فلاح، عبدالغفور (مرحوم) نے یہ کہہ کر کہ ''آج اردو تحریک کا حال یہ ہے کہ انجمن ترقی اردو کا صدر کون ہے، کوئی نہیں جانتا ہے۔انجمن جیسی جماعت بن کر رہ گئی ہے، تحریک سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔جب انجمن ترقی اردو کا یہ حال ہے تو اردو سیاسی ایجنڈہ کیسے بن سکتی ہے؟ آج پھر سے اردو تحریک کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے' یہ کہہ کر انھوں نے بہت سارے سوئے تار کو جھنجوڑ دیا تھا۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۳۲/۵/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ امور، پورنیہ)

موسی بیگم بنت محبت، مقام کملسری، ڈاکخانہ روٹا، ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد نوید عالم ولد حسنین، مقام بیسہ، ڈاکخانہ روٹا، ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ امور، ضلع پورنیہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۱ر جنوری ۲۰۲۵ء مطابق ۲۰ر رجب المرجب ۱۴۴۶ھ روز منگل کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

طب وصحت

انڈا بہترین اور مفید غذا

انڈا ایک بہترین اور مفید غذا ہے جو مقبول و معروف ہے۔ غذائی اہمیت کے اعتبار سے دودھ کے بعد اس کا نمبر ہے۔ انڈا ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مقوی غذا ہونے کے ساتھ دماغ اور آنکھوں کو تقویت دیتا ہے۔ بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری میں مفید ہے۔ لوگ اسے موسم سرما کی غذا خیال کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ موسم گرما میں بھی مفید ہے۔ انڈا پروٹین، فاسفورس اور کیلشیم سے بھرپور ہے۔

کیونکہ یہ فطری اور مقوی غذا کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ مصنوعی فارمنگ کے انڈے مقوی غذا کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ بہت سے امراض کا سبب بھی ہیں۔ جن میں جسم میں کولیسٹرول کی زیادتی شامل ہے۔ اس کے نتیجے میں بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور امراض قلب جنم لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ماہرین طب لوگوں کو زیادہ انڈے کھانے سے منع کرتے ہیں اور عوام میں بھی انڈے کھانے کے حوالے سے پہلے والا رجحان نہیں رہا۔ اگر انڈے کا استعمال ہو رہا ہے تو زیادہ رغبت سے نہیں ہے۔ دیسی انڈے میسر ہوں تو ان کی غذائی افادیت میں کسی کو شک نہیں ہے۔

انڈے کے فوائد اور خواص کے حوالے سے ہم نے جو ذکر کیا ہے وہ دیسی انڈا ہے۔ جو جسم کو مستعد، فعال اور چست رکھتا ہے اور غذائیت کے اعتبار سے بہترین ہے۔ بچوں کی نشو ونما کے لیے مفید ہے۔ امراض کے خلاف مدافعتی نظام کو مضبوط بناتا ہے۔ انڈے میں امائنو ایسڈز اور اومیگا 3 ہی نہیں بلکہ اہم حیاتین اور نمکیات موجود ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ایسے اجزا بھی ہوتے ہیں جو جسم سے فاسد مادوں کے اخراج کا سبب بنتے ہیں۔ انڈے میں 18 قسم کے امائنو ایسڈز پائے جاتے ہیں۔ جو جسم کی نشو ونما کے لیے ضروری ہیں اور وہ خوراک کے دیگر اجزا کو بھی جز و بدن بناتے ہیں۔ امائنو ایسڈز دماغ اور جسم دونوں کی صحت کے لیے ناگزیر ہیں۔ جسم میں شکست وریخت کے عمل کو متوازن بناتے ہیں۔ ورنہ جسم میں کوئی بگاڑ (مرض) پیدا ہوسکتا ہے۔ ان قابل تحلیل مادوں کی مدد سے ہمارا جسم ہارمونز پیدا کرنے میں مدد لیتا ہے۔ ان ایسڈز کی مدد سے ہاضم رطوبات، مدافعتی نظام کو مضبوط بنانے والے خلیات پیدا ہوتے ہیں۔ جانداروں سے حاصل ہونے والی کوئی بھی دوسری خوراک اپنے اندر اتنے امائنو ایسڈز نہیں رکھتی جس قدر انڈے میں موجود ہوتے ہیں۔ انڈے میں موجود وٹامن ای کے باعث خون کے تھکے بننے کی نوبت نہیں آتی۔ انڈے صرف مردوں کے لیے ہی نہیں بلکہ خواتین کے لیے بھی اتنے ہی مفید ہیں۔ انڈے کی زردی میں کئی اقسام کی چکنائیاں، توانائی بخش اجزا اور جسم سے فاسد مادوں کو خارج کرنے والے اجزا ہوتے ہیں جبکہ سفیدی میں بھی البومین اور پیروٹینز ہوتے ہیں۔ زردی بصارت، دماغ کے لیے مفید ہے اور اس میں موجود ایک عنصر کولیسٹرول کو خون میں جذب ہونے میں مدد دیتا ہے۔ زردی قوت حافظہ بڑھاتی اور دماغی صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہے۔ دوران خون اور اعصابی نظام کو بہتر بناتی ہے۔ انڈے میں موجود حیاتین اس میں موجود دیگر اجزا کے ساتھ مل کر اس کی افادیت بڑھا دیتے ہیں۔ یوں انڈا جسم کے ہر حصے کے لیے مفید ہے۔ خون کے سرخ خلیے بڑھاتا اور کینسر سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انڈا ایک ایسی خوراک ہے جس کو بچپن میں ہی شروع کردیا جائے اور تمام عمر جاری رکھا جاسکتا ہے۔ روزانہ ایک انڈا اور ایک گلاس دودھ کا شروع سے استعمال زندگی بھر کے لیے اچھی صحت رکھنے کے مترادف ہے۔

بوعلی سینا کے نزدیک انڈا تقویت قلب کے لیے مفید ہے۔ انڈا اُبال کر یا سالن میں پکا کر کھایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں عوام کی اکثریت انڈے کو ناشتے کے اہم جزو کے طور پر لیتی ہے۔ انڈے کو کبھی آگ پر نہیں پکانا چاہیے اور نہ ہی زیادہ سخت پکانا چاہیے۔ زیادہ پکانے کی صورت میں انڈے میں موجود سفیدی اور زردی کے جوہر موثرہ زائل ہوجاتے ہیں۔ تیز آگ پر انڈے میں موجود پروٹین ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عام طور پر انڈے کو ہاف بوائل پکاتے ہیں تاکہ جوہر موثر زائل نہ ہوں۔ انڈے کو اُبال کر چھیل کر زردی سمیت کھایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کچا انڈا ہی پی جاتے ہیں مگر مناسب طریقہ یہ ہے کہ انڈے کو پانی میں اتنی دیر تک اُبالا جائے کہ سفیدی پک جائے اور زردی پک جانے کے قریب ہو یعنی پورے طور پر نہ پکے۔

انڈے کی زردی میں کل انڈے کی دو تہائی چکنائی ہوتی ہے۔ انڈے کی سفیدی میں حیاتین ب اور پوٹاشیم ہوتے ہیں۔ لحمیات کی مقدار مکمل انڈے کا ایک تہائی ہوتی ہے۔ اس کے سوا انڈے میں کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب انڈا کھائیں تو ادھورا نہیں بلکہ مکمل کھائیں تاکہ ساری غذائیت ایک ہی وقت مل جائے۔

حال ہی میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق روزانہ انڈے کا استعمال مضر نہیں ہے بلکہ کئی امراض کی روک تھام میں معاون ہوتا ہے۔ اس حالیہ تحقیق کے مطابق روزانہ انڈے کے استعمال سے ذیابیطس کے مرض کے امکانات میں اضافہ نہیں ہوتا۔ تحقیق کرنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ روزانہ انڈے کا استعمال کرنے والوں میں ذیابیطس دوم کے امکانات میں کوئی حقیقت نہیں ہے جبکہ روزانہ ایک انڈے کا ناشتے میں استعمال صحت کے لیے مفید ہے۔ ان محققین نے 3 ہزار 800 افراد کو روزانہ انڈوں کا باقاعدہ استعمال کرایا مگر ان میں ذیابیطس دوم کے کوئی امکانات ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔ انڈے غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ان میں لحمیات کی اچھی مقدار ہوتی ہے اور پکانا بھی آسان ہے۔ نیز دوسری غذائیت بخش چیزوں کی نسبت سستا بھی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ انڈے کی زردی میں چکنائی (Fat) ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ زردی چھوڑ کر سفیدی کھانا شروع کردیں بلکہ انڈا مکمل طور پر کھائیں۔ البتہ روزانہ انڈا استعمال کرنے والوں کو دن میں ایک بار سبزی پر مشتمل کھانا ضرور کھانا چاہیے۔ جسے برائے نام تیل میں پکایا گیا ہو۔ امریکن ہاٹ ایسوسی ایشن نے بھی اپنی تحقیق میں روزانہ انڈا کھانے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے ساتھ دن میں ایک کھانا صرف سبزیوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ البتہ انڈے میں موجود 120 ملی گرام کولیسٹرول ہوتا ہے اس لیے کولیسٹرول فری غذاؤں کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

سپریم کورٹ کالجیم کا تاریخی قدم، ججوں کی تقرری کے عمل میں تبدیلی کا فیصلہ

سپریم کورٹ کالجیم نے ہائی کورٹ کے ججوں کے ساتھ بات چیت کرکے ایک تاریخی قدم اٹھایا ہے۔ کالجیم کا ماننا ہے کہ ججوں کی تقرری کے لیے فائلوں میں درج اطلاعات کے بجائے امیدواروں سے ذاتی طور پر بات چیت کے ذریعہ ان کی اہلیت اور شخصیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ پہل روایتی عمل سے ہٹ کر عدالتی تقرریوں میں شفافیت اور اعتماد کو بڑھاوا دینے کی سمت میں ایک نئی شروعات مانی جارہی ہے۔ غور طلب ہے کہ یہ قدم تب اٹھایا گیا جب الٰہ آباد ہائی کورٹ کے ایک جج جسٹس شیکھر یادو کے متنازعہ بیانات کو لے کر عدلیہ پر سنگین خدشات پیدا ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں چیف جسٹس آف انڈیا سنجیو کھنہ اور دیگر اراکین جسٹس بھوشن آر گوئی اور جسٹس سوریہ کانت کی رکنیت والی سپریم کورٹ کالجیم نے راجستھان، الٰہ آباد، اور بامبے ہائی کورٹ کے لیے نامزد عدالتی افسروں اور وکیلوں سے ملاقات کی۔ کالجیم کا ماننا تھا کہ فائلوں میں درج اطلاعات کے بجائے امیدواروں سے ذاتی طور پر بات چیت کے ذریعہ ان کی اہلیت اور شخصیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

قرضداروں کو 6 ماہ کے اندر ارادتاً ڈیفالٹر قرار دینا ہوگا

ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) نے بینکوں کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگ جو جان بوجھ کر قرض نہیں ادا کرتے ہیں ان کو 6 ماہ کے اندر وِل فُل ڈیفالٹر یعنی ارادتاً ڈیفالٹر قرار دینا ہوگا۔ بینکوں نے اس عمل کے لیے زیادہ وقت کا مطالبہ کیا تھا لیکن آر بی آئی نے ان کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔ آر بی آئی کا کہنا ہے کہ اس عمل میں تاخیر سے بینکوں کی پراپرٹیز کی قیمت میں کمی آتی ہے اور ان کے نقصانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ آر بی آئی کے مطابق وقت کی حد مقرر کرنے سے بینکوں کو تیزی سے کارروائی کرنے میں مدد ملے گی۔ ارادتاً ڈیفالٹر کا عمل جلد مکمل ہونے سے بینکوں کی پراپرٹیز محفوظ رہیں گی اور ملک کے معاشی استحکام کو برقرار رکھا جاسکے گا۔ ساتھ ہی آر بی آئی نے کہا کہ یہ فیصلہ بینکوں کے مفاد میں لیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ جب کوئی شخص 90 دنوں تک قرض کی قسط یا سود ادا نہیں کرتا ہے تو بینک اس کے اکاؤنٹ کو این پی اے قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد وِل فُل ڈیفالٹر قرار دینے کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ اس دوران قرض لینے والے کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ لیکن کئی بار قرضدار اس وقت کا غلط استعمال کرکے اس عمل میں کافی تاخیر کردیتا ہے۔ آر بی آئی کا کہنا ہے کہ اس تاخیر سے قانونی کارروائی دھیمی پڑ جاتی ہے اور بینکوں کو نقصان ہوتا ہے۔ وقت کی حد کو کم کرنے سے یہ مسئلہ ختم ہوجائے گا اور بینکوں کو تیز اور موثر کارروائی کرنے کا موقع ملے گا۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کو لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ صدر اردو میڈیا فورم و کاروان ادب کو اردو زبان وادب کی خدمات کے اعتراف کے طور پر لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ سے نوازا گیا، تقسیم ایوارڈ کی پر وقار تقریب کی صدارت امتیاز کریمی سابق چیرمین بہار پبلک سروس کمیشن نے کی، ۲۵ر دسمبر ۲۰۲۴ء کو بہار اردو اکیڈمی میں سہ پہر چار بجے منعقد اس تقریب کے مہمان خصوصی جسٹس ہیمت کمار شریواستو، مہمان ذی وقار پروفیسر توقیر عالم سابق پرووائس چانسلر مولانا مظہر الحق یونیورسٹی تھے، یہ ایوارڈ ہر سال جسٹس اکبر رضا جمشید اردو ادب ایوارڈ کمیٹی کے زیر اہتمام دیا جاتا ہے، امسال مفتی صاحب کے ساتھ ارشد فیروز چیرمین گورمنٹ اردو لائبریری اور بے نام گیلانی کو بھی یہ دیا گیا، اس موقع سے لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ کے علاوہ اکبر رضا جمشید ایوارڈ سے شمع یاسمین، پریم کرن، ناصر الدین، بدر محمدی، آصف سلیم، جلال اصغر فریدی اور محمد ندیم کو نوازا گیا، پروگرام کی نظامت فخر الدین عارفی نے کی، پروگرام میں مختلف اضلاع اور پٹنہ کے اردو عاشقین کی بڑی تعداد موجود تھی، مفتی صاحب کو امسال یہ دوسرا ایوارڈ ہے، دو ماہ قبل انہیں اسی خدمت کے لیے کلیم اللہ دوست پوری ایوارڈ سے نوازا جاچکا ہے، اس تقریب میں مفتی صاحب اپنی مشغولیت کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے تھے تو ایوارڈ کمیٹی نے امارت شرعیہ آکر ان کو یہ ایوارڈ تفویض کیا۔

کانگریس 'کنڈک آف الیکشن رولز، 1961' میں ترمیم کے خلاف، عرضی داخل

انتخابات کے انعقاد سے متعلق اصولوں میں حالیہ دنوں کچھ ترامیم کی گئی ہیں، جس پر کانگریس نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ کانگریس نے ان ترامیم کو چیلنج پیش کرتے ہوئے سپریم کورٹ میں عرضی داخل کی ہے۔ دراصل الیکشن کمیشن کی سفارشات کی بنیاد پر حال ہی میں مرکزی وزارت قانون نے 'کنڈکٹ آف الیکشن رولز، 1961' کے رول 93(2)(A) میں ترمیم کی تھی، تاکہ عوامی پبلک انسپکشن (عوامی معائنہ) کے لیے کچھ کاغذات یا دستاویزات کو ممنوع قرار دیا جاسکے۔ یعنی نئی ترامیم کے بعد انتخاب سے متعلق سبھی دستاویزات عوام کے لیے دستیاب نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے، ایسا ہونے سے عام لوگ الیکٹرانک ریکارڈ نہیں مانگ سکیں گے۔ اسی ترمیم کے خلاف کانگریس نے اپنا اعتراض ظاہر کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ کا رخ کیا ہے۔ اس بارے میں جئے رام رمیش نے سوشل میڈیا پر ایک پوسٹ کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ''کنڈکٹ آف الیکشنز رولز، 1961 میں حالیہ ترامیم کو چیلنج دیتے ہوئے سپریم کورٹ میں ایک عرضی داخل کی گئی ہے۔ الیکشن کمیشن ایک آئینی ادارہ ہے۔ اس پر آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخاب کرانے کی ذمہ داری ہے، اس لیے اسے یکطرفہ اور عوامی گفت وشنید کیے بغیر اتنے اہم اصول میں اتنی بے شرمی سے ترمیم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔''

Volume:64/74,Issue:50 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/1961

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے ناصؔر
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں
(ناصر کاظمی)

پارلیمنٹ کا وقار کون مجروح کررہا ہے؟

معصوم مرادآبادی

پارلیمنٹ کے سرمائی اجلاس کا اختتام بہت دردناک حالات میں ہوا ہے۔ اتنے دردناک کہ انھیں پوری طرح الفاظ میں بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ پارلیمنٹ کو جمہوریت کا مندر کہا جاتا ہے لیکن آج جمہوریت کا یہ مندر لہولہان ہے۔ پہلے یوں ہوتا تھا کہ اپوزیشن کے ارکان پارلیمنٹ کے اندر یا باہر احتجاج اور ہنگامہ کرتے تھے، لیکن اب اپوزیشن کا کام بھی حکمراں جماعت نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ وزیر داخلہ امت شاہ نے امبیڈکر کے خلاف جو توہین آمیز بیان راجیہ سبھا میں دیا تھا، اس کی تمام ہی پارٹیوں نے مذمت کی اور وزیر داخلہ سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہ بیان ایسا ضرور تھا جس سے امت شاہ کو رجوع کرتے ہوئے معافی مانگنی چاہئے تھی تاکہ معاملہ رفع دفع ہو، لیکن ایسا کرنے کی بجائے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکمراں جماعت کے ممبران کو اپوزیشن کے پیچھے لگادیا گیا اور بات سر پھٹول تک جا پہنچی۔ 19 / دسمبر کو جس وقت کانگریس اور دیگر اپوزیشن پارٹیوں کے ممبران امبیڈکر کی مورتی سے نئی پارلیمنٹ کے صدر دروازے کی طرف مارچ کررہے تھے تو بی جے پی ارکان نے ان کا راستہ روک لیا اور دھکامکی کی گئی جس کے نتیجے میں خود بی جے پی کے دو ممبران کو معمولی خراشیں آئیں۔ اس کو اتنا بڑا مسئلہ بنادیا گیا کہ معمولی چوٹ والے ممبران کو آئی سی یو میں داخل کرایا گیا اور وہاں انھیں دیکھنے کے لیے مرکزی وزراء کا تانتا بندھ گیا۔ معمولی زخم کو ناسور بتا کر اس کا قصور راہل گاندھی کے سر ڈالا گیا اور ان کے خلاف پارلیمنٹ اسٹریٹ تھانے میں باقاعدہ ایف آئی آر درج کرائی گئی، جس میں اقدام قتل کی دفعہ بھی شامل ہے۔ اتنا ہی نہیں بی جے پی کی ایک خاتون ممبر کی طرف سے راہل گاندھی پر اوچھے الزامات لگا کر انھیں گھیرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ معاملہ فی الحال کرائم برانچ کے سپرد ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وزیر داخلہ امت شاہ کی قیادت والی دہلی پولیس مزید کیا گل کھلاتی ہے۔

پارلیمنٹ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس کا کوئی معاملہ تھانے تک پہنچا ہے اور صورتحال افسوسناک حد تک خراب ہوگئی ہے۔ یہ سب کچھ اسی نئی پارلیمنٹ کے دروازے پر ہوا ہے جسے مودی سرکار نے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ تعمیر کیا ہے اور پارلیمانی جمہوریت کو نیا رخ دے کر اسے مضبوطی فراہم کرنے کی باتیں کہی گئی تھیں۔ 2014 میں جب وزیر اعظم نریندر مودی نے اقتدار سنبھالا تھا تو وہ سر کے بل پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے پارلیمنٹ کی سیڑھیوں پر پیشانی ٹکائی تھی اور یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جمہوریت کے اس مندر کا وقار بڑھائیں گے، لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اس عرصہ میں جمہوریت کے اس مندر کا وقار مسلسل مجروح ہورہا ہے۔

بطور اخبار نویس پارلیمنٹ سے میری وابستگی کا دورانیہ تقریباً تین دہائیوں کو محیط ہے۔ میں نے ان برسوں میں یہاں کافی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ پارلیمنٹ میں صحت مند بحث ہوتی تھی اور یہاں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا تھا۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ پچھلے دس سال کے دوران پارلیمانی جمہوریت بہت کمزور ہوئی ہے اور سب کچھ حاکمان وقت کی مرضی کے مطابق ہورہا ہے۔ اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ تاریخ میں پہلی بار راجیہ سبھا کے چیئرمین کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی۔ ان پر اپوزیشن ارکان کو نظر انداز کرنے اور آر ایس ایس کارکن کے طور پر کام کرنے کا الزام ہے۔ حالانکہ عدم اعتماد کی اس تحریک کو نامنظور کردیا گیا ہے، لیکن اسے پیش کرتے وقت جو سوال اٹھائے گئے ہیں وہ ہنوز برقرار ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب بھی راجیہ سبھا کے چیئرمین ہاؤس میں آتے ہیں تو بی جے پی ارکان زور سے ''جے شری رام'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یہی نعرہ وزیر اعظم مودی کے ہاؤس میں آنے پر لگایا جاتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پارلیمنٹ میں مذہبی نعرے کبھی نہیں لگائے گئے۔ ظاہر ہے پارلیمنٹ جمہوریت کا مندر ہے رام کا مندر نہیں۔

اس بار جب پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہوا تو مجھے امید تھی کہ ہمارے سیکولر جمہوری دستور پر کوئی کارگر بحث ہوگی۔ کیونکہ ہم آئین کے نفاذ کی پچھترویں سالگرہ منا رہے تھے۔ اس موضوع پر دونوں ایوانوں میں بحث تو ہوئی اور سبھی پارٹیوں نے اس میں حصہ بھی لیا۔ اپوزیشن نے جہاں حکومت پر آئین کو مجروح کرنے کا الزام لگایا تو وہیں بی جے پی ارکان نے کانگریس کو گھیرا، اور بات حسب سابق پنڈت جواہر لعل نہرو تک پہنچ گئی۔ اس بحث کا کوئی نچوڑ برآمد نہیں ہوسکا۔ شاید حکومت یہی چاہتی بھی تھی۔ کیونکہ اسے اس دستور کی بہت سی باتوں سے اتفاق نہیں آئی ہے۔ وہ اس آئین میں بھاری ردوبدل کرنا چاہتی ہے تاکہ ملک کے جمہوری نظام کو تبدیل کیا جاسکے۔ ہمارے دستور کی بنیادی روح سیکولرازم، سوشلزم، مساوات اور جمہوریت ہے جس میں اس ملک کے رہنے والوں کو یکساں مواقع اور انصاف کی یقین دہانی کرائی گئی ہے، لیکن اس حکومت کا ایجنڈا یہاں ایک مذہب، ایک زبان اور ایک کلچر کی اجارہ داری قایم کرنے کا ہے اور وہ تیزی کے ساتھ اس مشن پر گامزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو بے گانہ بنادیا گیا ہے۔ اس کی تہذیب، تاریخ اور عبادت گاہوں پر ہر روز نیا حملہ ہورہا ہے۔ عدالتوں میں بیٹھے ہوئے جج بھی اب یہ کہنے لگے ہیں کہ ''یہ ملک اکثریت کے حساب سے چلے گا کیونکہ کٹھ ملا اس ملک کے لیے خطرناک ہیں۔''

اطمینان بخش بات یہ ہے کہ آئین پر بحث کے دوران مسلم مسائل کے تعلق سے کچھ ایسی تقریریں سننے کو ملی ہیں جن سے ہم برسوں سے ترس رہے تھے۔ یہاں ایک تقریر کا ذکر کرنا چاہوں گا جو سماجوادی پارٹی کے صدر اکھلیش یادو نے لوک سبھا میں کی ہے۔ یہ تقریر اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ اکھلیش یادو بھی 2024 کے الیکشن سے پہلے مسلمانوں سے فاصلہ بنائے ہوئے تھے کہ کہیں ان پر بھی مسلمانوں کی 'ناز برداری' کی تہمت نہ لگ جائے، لیکن گزشتہ پارلیمانی الیکشن میں مسلمانوں کی زبردست حمایت کے سبب ان کی پارٹی کو اب تک کی سب سے زیادہ نشستیں حاصل ہوئیں تو ان کا لب ولہجہ بدل گیا ہے، جس کی ایک جھلک سنبھل معاملہ میں ان کی سرگرمی میں بھی نظر آتی ہے۔ اکھلیش یادو نے کہا کہ ''مسلمانوں کو اس ملک میں دوئم درجہ کا شہری بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان کی جائیدادوں اور ان کی عبادت گاہوں پر قبضہ کیا جارہا ہے۔'' انھوں نے آئین پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''دستور کو بچانے کے لیے 'کرو یا مرو' کا نعرہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے جو بھارت چھوڑو تحریک کے دوران 1942 میں وضع کیا گیا تھا۔'' اکھلیش یادو نے حکومت پر اقلیتوں کو نظر انداز کرنے کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ ''ان کی جائیدادوں کو لوٹا جارہا ہے، انھیں قتل کیا جارہا ہے، ان کے مکانوں پر بلڈوزر چلائے جارہے ہیں اور انتظامیہ کی مدد سے ان کی عبادت گاہوں کو ان سے چھینا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ انھیں ووٹ دینے سے بھی روکا جارہا ہے۔''

اس دوران بیرسٹر اسدالدین اویسی نے بھی حسب سابق مسلمانوں سے متعلق کئی اہم موضوعات پر گفتگو کی اور اہم سوالات کئے۔ انھوں نے دستور کی دفعات 26 اور 29 کا حوالہ دیا جس میں مذہب اور زبان کے حقوق کا ذکر ہے۔ اویسی نے مرکزی حکومت کو نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ موجودہ وقت میں مساجد، وقف بورڈ، اردو اور مسلم ثقافت سمیت اقلیتی شناخت والی کئی چیزوں کو خطرہ لاحق ہے۔ حالانکہ آئین سچا ہے اور اس کی دفعہ 26 مذہبی فرقوں کو مذہبی امور کے لیے اپنے ادارے قایم کرنے اور انھیں چلانے کا حق دیتی ہے۔ انھوں نے حکمراں طبقہ پر مسلمانوں کو الگ تھلگ رکھنے کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ ''مسلمانوں کو انتخاب لڑنے سے روکا جارہا ہے۔ ایسے حالات پیدا کئے جارہے ہیں کہ مسلمان انتخاب نہ جیت پائیں۔''

پچھلے دس برس میں یہ پہلا موقع ہے کہ مسلم مسائل کو اتنی شدومد کے ساتھ پارلیمنٹ میں اٹھایا گیا ہے۔ بلاشبہ اس سے مسلمانوں کو بہت حوصلہ ملا ہے، ورنہ وہ سوچنے لگے تھے کہ سیکولر پارٹیوں نے ان کے ووٹ لینے کے باوجود ان سے گریز کی راہ اختیار کرلی ہے۔ دراصل 2014 میں جب بی جے پی نے غالب اکثریت کے ساتھ اقتدار سنبھالا تھا تو اس کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان ہی تھے۔ حکومت مسلمانوں کو بے گانہ اور ان کے ووٹوں کو ناکارہ بنانے کی حکمت عملی پر گامزن تھی۔ اپنی تمام کوششوں کے باوجود جب وہ مسلم ووٹوں کو کلیتہً ناکارہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ مسلم مسائل پر اپوزیشن کی آواز فال نیک ہے۔

○ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-30/12/2024, Fax : 0612-2555280, Phone: 2555351, 2555014, 2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421, 9304022690

Scanned with CamScanner